تعارف فقہ

مرتب : سید عبدالوہاب شیرازی

فہرست

نوٹ:

یہ کتاب ابھی شائع نہیں ہوئی،

ا/ کوئی شخص* یا ادارہ شائع کر* چاہے تو رابطہ کریں:

0321-5083475

Email: Sherazi313@gmail.com

فقه کی تعریف

لغوی معنی:

تفقہ*. ب تفعل سے ہے جس کی اصل فقہ ہے اور فقہ کے معنی کسی چیز کے چھلکے کو*. رکر اس کے مغز کو **. ہے۔ لفظ فقہ کو . #* . ب تفعل میں لے گئے ت اس معنی میں اور قوت پیدا ہوگئی یعنی مغز کو* پ نے کی کوشش کر*. تفقہ ہے۔

علامہ زمخشری کہتے ہیں:۔ فقہ کا لغوی معنی پھاڑ*. اور کھولنا ہے۔

قرآن وحدیث میں فقہ کا لفظ ان معانی میں استعمال ہوا ہے:

آ گہی، علم ودانش، سمجھ، فہم، دا*. ئی، فہم وذکاوت، یعنی ایسی بصیرت وادراک کا موجود ہو*. جس سے افعال واعمال کی غایت اور مقصود کا علم وشعور حاصل ہو سکے۔

فلولا نفر من كل فرقة منهم--------- (التوبہ۔ ۱۲۲)

, ت جمہ: اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن & کے & نکل آ N تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ا یـ جما (میں سے چند اشخاص نکل جاتے*. کہ "دین کی فقہ" (سمجھ) حاصل کرتے اور . # اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو انھیں ڈر سناتے*. کہ وہ بھی محتاط ہو جاتے۔

فما لهؤلاء القوم لايكادون يفقهون حديثا۔ (النساء۔ ۷۸)

پس اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔

لفظ فقہ حدیث میں

لفظ فقہ صحاح ستہ، مسند دارمی، مؤطا امام مالک اور مسند احمد میں تقریبا 104 مقامات پر بحذف تکرار آیا ہے، جن میں سے اکثر جگہ پر وہ اسی مفہوم (سمجھ بوجھ) میں آیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

☆ " مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهُ فِي الدِّيْنِ" (متفق عليه)

اللہ تعالیٰ جس کیلئے خیر چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ » ءفرما* ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما* :

☆فَقیه واحِد اَشد علی الشیطانِ مِن الفِ عابدٍ(ابن ماجه، باب فضل العلماء)

,* جمہ:ا یے فقیہ شیطان,پ ہزار عا* وں سے بھاری ہو* ہے۔(کیوè عا* کی عبادت بغیر بصیرت ہوتی ہے اس لئے شیطان کو اسے گمراہی کے/ ڑھے میں دھکیلنا اور شکوک وشبہات میں پھا آ· آسان ہو* ہے، جبکہ فقیہ اس کی سازشوں سے واقف ہو* ہے اور اس کے فری$ میں نہیں آ* ۔)

اسی لئے شرعی اصطلاح میں ''فقہ'' کا لفظ علم دین کا فہم حاصل کرنے کے لئے مخصوص ہے۔

☆ " انِّ النَّـاسَ لَـکُـمُ تَبَـعٌ وَ اِنَّ رِجَـاۃً یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْأَرْضِ یَتَفَقَّھُوْنَ فِي الدِّیْنِ فَاِذَا أَتَوْکُمْ فَاسْتَوْ صُوْا بِھِمْ خَیْرًا" (ترمذی،دارمی)

"لوگ تمھارے متبع ہیں۔ کچھ لوگ تمھارے* پ س دین کی بصیرت حاصل کرنے آ N تو انہیں اچھی طرح فہمائش ونصیحت کرو"۔

☆والناس معادن خیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذافقھوا۔(بخاری)

لوگ کان کی مثل ہیں ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں۔

☆ نَـضَّرَ اللهُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَهٗ حَتّٰي یُبَلِّغَهٗ غَیْرَهٗ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهِ اِلیٰ مَنْ هُوَأَ فْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهِ لَیْسَ بِفَقِیْهِ " (ترمذی،ابو دائود)

" اللہ تعالیٰ اس شخص کو* ز* زہ رکھے جس نے ہم سے حدی$ سنی اور اسے* ی دکیا اور اُسے دوسروں *- پہنچا* ی کیوè بہت سے فقہ کے حامل حدی$ کو اپنے سے* ی دہ فقیہ *- پہنچا دیتے ہیں اور بعض فقہ کے حامل خود فقیہ نہیں ہوتے"۔

مذکورہ* لا تشریح کے اعتبار سے یہ لفظ حکمت سے قری$,* ہو جا* ہے جسے قرآن نے خیرِ کثیر فرما* ی

ہے۔

وَمَنۡ یُؤت الحکمة فقد أوتی خیرًا کثیرًا (البقرة۔ ٢٦٩) (دینی بصیرت فہم وفرا &)

اصطلاحی تعریف

"☆احکام کی گہرائی میں اُ.. کر ان کی حقیقت کو د* یفت کر*.۔

☆فقہ ایسی دینی بصیرت اور قلبی *. ئی کا عنوان ہے جس کی روشنی میں مفید اور F, پ خیر اُمور کا شعور اور مضرت رساں امور کا ادراک حاصل ہو جائے"۔

☆عہد صحابہ ؓو بعینؒ -   . # بھی یہ لفظ بولا جا* تھا تو اس سے یہی دینی فہم مراد لیا جا* تھا جس میں عقاH ،عبادات،اخلاقیات و معا5ت & داخل سمجھے جاتے تھے۔1 . # ہر فن کی . ا. H وین شروع ہوئی تو ہر فن کیلئے . ا. ا اصطلاحیں وضع ہو N ۔اس وقت علم فقہ سے عقاH واخلاق کی بحث کو علیحدہ کر لیا H اور فقہ کا دا ہ عبادات ،معا5ت اور معاشرت کے ظاہری احکام -- محدود ہوH اور ان احکام کے جو اخلاقی و روحانی پہلو ہیں، آہستہ آہستہ فقہ کی کتابوں میں ان سے بحث کر*. ک ہوH اور ان تینوں شعبوں کے "عملی احکام" کو جاننے ہی کا*. م "علمِ فقہ" ہوH ۔

"عقاH کی بحث کیلئے "علم کلام" وجود میں * ی "اور" احکام کے اخلاقی و روحانی پہلو یعنی احسان اور , کیہ Ñ کیلئے "تصوّف" کی اصطلاح وضع ہوئی"۔مثلاً ابتداء میں لا ز کے بیان میں اس کے ظاہری ارکان کے ساتھ خشوع و خضوع اور * بتِ قلبی کا بھی ذکر ہو* تھا 1 بعد میں فقہ کے H لا ز کے ظاہری ارکان کی تفصیل سے بہت * یدہ بحث ملے گی ۔1 اس کے روحانی اور اخلاقی پہلو پ کم بحث ہونے لگی ۔لیکن ابتداء میں "فقہ فی الدین" کا لفظ Ñ دین اور سارے دینی احکام میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کیلئے بولا جا* تھا خواہ وہ ایمان و عقیدہ کے مسائل ہوں * ی قانونی احکام ہوں * ی اخلاقی اور روحانی ہد* یت ہوں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ جن سے فقہ اسلامی کا دا ہ وسیع سے وسیع * ہوا انہوں نے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی۔

"مَعۡرِفَتُ النَّفۡسِ مَا لَهاَ وَمَا عَلَيۡهَا" (البحر الرائق)

"ہر شخص جان لے کہ اس کیلئے (د * ویو%ت میں) کیا چیز مفید اور کیا مضر ہے"۔

فقہ میں عام طور پ ان تین شعبوں سے بحث کی جاتی ہے۔

۱۔عبادات ۲۔معا5ت ۳۔مز%

ابن نجیمؒ نے معا5ت ہی میں معاشرتی احکام یعنی مناکحات کو بھی داخل کر* یہ ہے ا/ اس کا ذکر الگ کیا جائے تو اسلامی احکام کی چھ قسمیں ہو جاتی ہیں ا/ بین الاقوامی معا5ت کو بھی شامل کیا جائے۔ جسے فقہا " *ب الجہاوالسیر " کے* م سے* یہ ذکرتے ہیں تو سات قسمیںZ ہیں۔

چنانچہ اس اعتبار سے آٹھ قسمیں ہیں۔

۱۔اعتقادات ۲۔عبادات ۳۔معا5ت ۴۔مناکحات

۵۔الجہادوالسیر ۶۔آداب ۷۔مز%

چنانچہ اسلامی فقہ کے اس وسیع دا' ے سےKl نی ز+ گی کا کوئی پہلو خالی نہیں ہے۔ بعد میں مختلف فنون کی تقسیم ہونے پ فقہانے فقہ کے مجرد عملی احکام کو عقا+ واخلاق کی بحث سے . اکرلیا اور پھر فقہ کی تعریف ایسے کی۔

" اَلْعِلْمُ بِالْأَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ الْعَمَلِیَّۃِ الْمُکْتَسِبُ مِنْ أدِلَّتِہَا النَّفْصِیْلِیَّۃِ اَو ھُوَ ھٰذِہِ الْاَحْکَامُ نَفْسُھَا۔ "

"فقہ شریعت کے عملی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننے کا* م ہے* یہ فی نفسہ یہی احکام فقہ کہلاتے ہیں"

امام اعمش رحمہ اللہ نے ا یہ مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہا:

انتم الاطباء و نحن الصیادلہ

آپ حکیم ہیں اور ہم » ر، یعنی ہم%ی بوٹیاں ا b کر کے صاف کر کے دکان میں ر p ہیں پھر آپ اس سے نسخہ تیار کرتے ہیں۔ امت میں فقہاء وہی ہوتے ہیں جو پہلے محدث ہوتے ہیں، یعنی ہر فقیہ محدث

بھی ہو" ہے لیکن ہر محدث فقیہ نہیں ہوسکتا۔محدثین حدیثوں کو پہچاننے کا کام کرتے ہیں اور فقیہ ان حدیثوں سے مسائل نکالتے ہیں۔

☆علم فقہ کا موضوع:۔

"Ki نی اعمال وافعال میں سے ہر فعل کا حکم شرعی دلیل کے ساتھ اس طرح معلوم کر* کہ یہ فعل جا ہے*: جا ،حلال ہے* یہ حرام، مستحب* یہ) وہ"۔

اس نہج پہ مفصل دلائل کے ساتھ ا یہ متعین اور مخصوص معاملہ کا حکم جاننے کی سعی کامل کر* "اجتہاد" کہلا* ہے۔سعی کرنے والے کو "مجتہد" کہتے ہیں۔اور اس سعی وکوشش سے جو عملی حکم معلوم ہو* یہ مجموعہ احکام معلوم ہو وہ "فقہ "* یہ "علم الفقہ " کہلا* ہے۔

☆غرض وغا$

فقہ کو سیکھنے کی غرض اللہ کی رضا اور %6 وی • ت ہے۔

تدوین فقه

پہلا مرحلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں

☆ضرورت فقہ

Kا ن کی مکمل ز+ گی میں عقا4 ،عبادات،معا5ت اور معاشرت وغیرہ سے متعلق شرعی احکام ومسائل ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ،قرآن،حد$ اور صحابہ وغیرہ کے اقوال میں بکھرے ,پڑے ہیں،اب ہرKا ن یہ چاہتا ہے کہ میں ہر مسئلہ بلاواسطہ قرآن،حد$ اورA* رصحابہ وغیرہ سے خود ہی تلاش کرلوں گا یہ ا ۔*.ممکن اور بے حد دشوار ہے اس کے*.ممکن ہونے کی وجوہات بہت ساری ہیں مثلاً:

(۱)Kا ن کی اپنی اپنی لامتناہی مصروفیات (۲) شریعت کے تمام احکام عربی ز.ن میں ہیں اور ہر Kا ن عربی ز.ن سے واقف نہیں ہو* اور ہو* بھی ہے تو اس کے معانی مختلف ہونے کی وجہ سے صحیح معنی ۔ اس کا پہنچنا دشوار ہو* ہے (۳) شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو* یت قرآن اور احادیثِ صحیحہ سے صراحتا *.$ ہیں لیکن بعض احکام ایسے ہیں کہ جن میں کسی قدر ابہام واجمال ہے اور بعض* یت واحاد$ ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رb ہیں اور کچھ احکام ایسے ہیں جو بظاہر قرآن کی کسی دوسری آ$* ی کسی دوسری حد$ سے متعارض معلوم ہوتی تو وہاں اجتہاد واستنباط سے کام 8 ,پ* ہے اور خود ز.ن t ت سے اس کی* G وتصو$ بھی ہوتی ہے(* مذی* .ب ماجاء فی القاضی کیف یقضی ،حد$ نمبر:۱۲۴۹)

کیا اجتہاد ہر ا ۔ کرسکتا ہے؟

اور اجتہاد واستنباط ہر ا ۔ کے بس کی* .ت نہیں؛ ایسے موقع ,پ عمل کرنے والے کے لیے الجھن اور دشواری یہ پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنا عمل شریعت کے مطابق کیسے بنائے؟ کس ,پ عمل کرے اور کوKا راستہ اختیار

کرے؟ اسی الجھن کی وجہ سے خود صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بلا واسطہ نبی قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے بلکہ چھ خاص صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے* پ س جا کر قرآنی تعلیمات مستقل طور پ سمجھا کرتے تھے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر شخص قرآن وحدی$ سے بغیر کسی واسطے کے کوئی مسئلہ اپنے لیے تجوی نہیں کر* تھا بلکہ جو عالم صحابہ کرام تھے ان سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کیا کر* تھا اسی طرح ہر زمانہ میں ہو* رہا۔

پھر چوè مکی ز+ گی میں آپ کے مخاطب ز* ی دہ کفار و مشرکین تھے اور ابھی & سے اہم مسئلہ ان کے دلوں میں ایمان کا پودا لگانے کا تھا؛ اس لیے ز* ی دہ توجہ اعتقادی اور اخلاقی اصلاح کی طرف تھی، مکہ میں t ت کے بعد آپ کا قیام* رہ سال* پنچ مہینہ، تیرہ دن رہا ہے، قرآنِ مجید کی ای سو چودہ سورتوں میں سے ز* ی دہ سورتیں مکہ ہی میں* زل ہو N ؛ کیوè بیس سورتوں کے مدنی ہونے پ اتفاق ہے اور* رہ کے مکی* ی مدنی ہونے کی* $ اختلاف ہے* قی بیاسی سورتیں* لاتفاق مکی ہیں۔ مکی ز+ گی میں قرآن کا خاص موضوع دعوتِ ایمان اور اصلاحِ عقیدہ تھا، ہاں بعض اُصولی احکام اور بعض متفق علیہ ائیوں کی مذمت سے متعلق ہد* یتِ ز+ گی میں بھی دی گئیں، جیسے قتل* حق کی مما Æ (الاÅم:۱۵۱) لڑکیوں کو ز+ ہ درگور کرنے کی مذمت (التکوی:8)، ز* کی حرمت (المؤمنون:۵،۷)، یتیموں کے ساتھ+ سلوکی کی مما Æ اور* پ تول کو در & ر p کی ہد* یت (الاÅم:۸)، غیر اللہ پ جانور* ی+ ر کی مما Æ (الاÅم:136)، ان ہی جانوروں کا گو& کھانے کی اجازت جن پ ذبح کرتے وقت اللہ کا* م لیا H ہو (الاÅم:118)، عبادات میں * لاتفاق "Ú ز" مکی ز+ گی میں فرض ہو چکی تھی اور زکوٰۃ کے* رے میں اختلاف ہے؛ لیکن زکوٰۃ کا ذکر مکی * یت میں بھی ملتا ہے؛ ممکن ہے کہ مکہ میں اجمالی حکم ڈ* ی H ہو اور مدنی ز+ گی میں اس کی تنفیذ عمل میں آئی ہو، عملی ز+ گی سے متعلق احکام عام طور پ مدنی ز+ گی میں ہی دیئے گئے ہیں۔

(۳) قرآنِ مجید میں جو فقہی احکام آئے ہیں، ان میں بعض اپنے منشاء ومراد کے اعتبار سے* لکل واضح ہیں، جیسے: Ú ز، روزہ، زکوٰۃ، وغیرہ کا فرض ہو*، ز* قتل، تہمت اشی کی حرمت، میراث کے احکام،

نکاح میں محرم اور غیر محرم رشتہ داروں کی تعیین، یہ عقیدہ کے درجہ میں ہیں اور ان کا انکار موٴ # کفر ہے۔ اور بعض میں ای- سے زٓیدہ معنوں کا احتمال اور اختلافِ رائے کی گنجائش ہے؛ لہٰذا ان مسائلکے استنباط میں اختلافِ رائے کی وجہ سے ای- دوسرے کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔ قرآن کا طرزِ بیان فقہی اور قانونی کتابوں جیسا نہیں ہے کہ ای- موضوع سے متعلق تمام مسائل ای- ہی جگہ ذکر کردیئے گئے ہوں؛ بلکہ قرآن میں D ضرورت ای- موضوع سے متعلق احکام مختلف مقامات پ*ی کرتے ہیں اور فقہی احکام کے ساتھ غیبات و ہیات اور ان احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں پ بھی روشنی ڈالی جاتی ہے* کہK ن کو اس کے تقاضے پ عمل کرنے کی رغبت ہو؛ کیوe قرآن مجید کا اصل مقصد ہدای$ ہے۔

(۴) حدی$ t ی کے سلسلہ میں یہ* ت ذہن میں رb چاہئے کہ رسول اللہ کی دو حیثیتیں تھیں، ای- بشری اور دوسرے t ی؛ چنانچہ آپ کی بشری حیثیت کو قرآن نے پوری* کید سے بیان کیا ہے:

قُل انما انا بشر مثلکم (کھف ۱۱۰) کہد و کہ میں تمہاری طرح کا ای- بشر ہوں۔...

اس حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو* ت فرمائی ہو، اس کی حیثیت حکم شرعی کی نہیں ہوگی؛ جیسا کہ آپ نے ابتداء میں اھل مدینہ کو کھجور میں "* بیر" یعنی کھجور کے مادہ در # میں در # کے ای- خاص حصہ کو ڈالنے سے I فر*ی تھا؛ لیکن . # اس کی وجہ سے پیداوار گھٹ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدای$ کو واپس لے لیا اور فر*ی: اَنْتُم اَعلَمُ بِاَمْرِ دُنیَاکُمْ (مسلم کتاب الفضائل) ۔تم زٓیدہ جا... ہو اپنے د* وی معاملہ کو۔

لیکن یہ فرق کر* بہت دشوار ہے کہ آپ کے کون سے احکام بشری حیثیت سے تھے، اس لیے . # -- اس پ کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو، آپ کے تمام فرمودات اور معمولات کی حیثیت شرعی ہی ہوگی۔

اسی طرح آپ کے بعض افعالِ طبعی نوعیت کے ہیں، مثلاً: آپ کے استرا # کا# از، کسی غذا کا آپ کو پسند* اور کسی غذا کا آپ کو پسند نہ*، چلنے، ی^، گفتگو کرنے، ہنسنے اور مسکرانے کی مبارک ادا N، ان میں جن اُمور کو* ختیار عمل میں لا* ی جاسکتا ہو، وہ بھی مستحب کے درجہ میں ہوں گے اور جو* تیں آدمی کے ارادہ و اختیار سے* ہر ہیں، ان سے شرعی حکم متعلق نہیں ہوگا؛ کیوe حکم شرعی کا تعلق ارادہ و اختیار اور قوت و استطا (

سے ہے۔

اسی طرح بعض افعال آپ نے بطورِ وقتی+ بیر کے کیے ہیں، جیسے میدانِ .B میں جگہ کا انتخاب، راستہ کا انتخاب، فوجوں کی صف بندی، وغیرہ، یہ احکام بحیثیت امیر آپ کی طرف سے تھے اور اُس وقت جو صحابہ موجود تھے، ان پہ اس کی اطا (فرض تھی، آئندہ ان اُمور کے سلسلہ میں منا & حال+ بیر کا اختیار کرٖ در & ہوگا۔

جیسا کہ ذکر کیا H کہ اس عہد میں احکامِ شرعیہ کا اصل ما: تو قرآن وحدی$ ہی تھا؛ لیکن آپ سے اجتہاد کرٖ بھی* $. ہے، ا ی- خاتون آپ کی: مت میں آ N اور عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو H ی، ان کے ذمہ+ ر کے روزے * قی تھے، کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر* ی اُ/ تمہاری ماں پہ کسی کا قرض * قی ہو* تو کیا اسے ادا کرتیں؟ انھوں نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فر* ی کہ اللہ کا قرض * دہ قابل ادائیگی ہے (بخاری)

دیکھئے! یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد وقیاس سے کام لیا ہے؛ البتہ اُ/ آپ سے اجتہاد میں لغزش ہوجاتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کر* ی جا*؛ چنانچہ غزوہ+ ر کے قیدیوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر رہا کردینے کا فیصلہ فر* ی، اس فیصلہ پہ اللہ تعالی کی طرف سے تنبیہ* زل ہوئی (سورہ اٰ ل 67-68)اسی طرح غزوہ تبوک کے موقع سے آپ نے پیچھے رہ جانے والے منافقین کی معذرت اپنے اجتہاد سے قبول کی اور اس پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوئی۔ (التوبہ:43)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد بھی فر* ی ہے، فرق یہ ہے کہ اُ/ آپ سے اجتہاد میں کوئی لغزش ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پہ تنبیہ فرما* ی جا*؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی نص کے حکم میں ہے۔

☆ آپ کے عہد میں صحابہ نے بھی اجتہاد کیا ہے، آپ کی عدم موجودگی میں تو کیا ہی ہے؛ کیوèخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تھی کہ اُ/ قرآن وحدی$ میں حکم نہ ملے تو اجتہاد سے کام لو اور صحابہ نے آپ کے ارشاد پہ عمل بھی کیا، مثلاً:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے* پ س یمن میں ای- لڑکے کے سلسلہ میں تین دعو+ی ار پہنچے، حضرت علی نے پہلے تو ہرای- کوراضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ دوسرے کے حق میں دnۃ دار ہو جائے؛ لیکن . # کوئی اس پ آمادہ نہ ہوا تو قرعہ+ ازی کر کے جس کے حق میں قرعہ نکلا اس کو لڑکا حوالہ کرڈ*ی اور اس کہا کہ* ۔قی دونوں کو ای- ای- تہائی دی$ ادا کرے۔



دوسرا مرحلہ:

فقہ اور خلافتِ راشدہ

یہ عہد ۱۱/ ہجری سے شروع ہوکر ۴۰/ ہجری پر ختم ہوتا ہے۔

(۱) اس عہد میں احکامِ شریعت کے استنباط کا سرچشمہ قرآن مجید اور حدیثِ نبوی کے علاوہ اجماعِ اُمت اور قیاس تھا؛ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو جو خط لکھا، اس میں ذیل نصیحت فرمائی: "اگر کتاب اللہ میں کوئی حکم ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرو، کسی اور طرف توجہ نہ کرو؛ اگر کوئی ایسا معاملہ سامنے آئے کہ کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ہو، تو رسول اللہ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو؛ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے اور نہ سنتِ رسول میں، تو جس بات پر لوگوں کا اجماع ہو اس کے مطابق فیصلہ کرو، نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ سنتِ رسول میں اور نہ تم سے پہلوں نے اس سلسلہ میں کوئی رائے ظاہر کی ہو، تو اگر تم اجتہاد کرنا چاہو تو اجتہاد کے لیے آگے بڑھو اور اس سے پیچھے ہٹنا چاہو، تو پیچھے ہٹ جاؤ اور اس کو میں تمہارے حق میں بہتر ہی سمجھتا ہوں"۔

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اس بات کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ جن مسائل کے بارے میں قرآن وحدیث کی کوئی نص موجود نہ ہو، ان میں اہم شخصیتوں کو جمع کیا جائے اور ان سے مشورہ کیا جائے اور اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جائیں تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے (سنن دارمی: ۱/ ۳۵) چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جو اتفاق ہوا، وہ آپ ہی کی پہل پر، اسی طرح بعض مسائل پر اجماع منعقد ہونے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سعی کو دخل رہا ہے، جیسے مانعین زکوۃ سے جہاد، رسول اللہ کی متروکات میں میراث کا جاری نہ ہونا، رسول اللہ کا آپ کی جائے وفات پر دفن کیا جانا، قرآن مجید کی جمع وتدوین، وغیرہ۔

(۳) چونکہ رسول اللہ کے بعد غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کے سوا چارہ نہیں تھا؛ اس لیے صحابہ کے درمیان اختلافِ رائے بھی پیدا ہوا، بعض مواقع پر کوشش کی گئی کہ لوگوں کو ایک رائے پر جمع کیا جائے؛ لیکن اس

کے*۔ وجودÕ طِÃ کا اختلاف*۔ قی رہا، صحابہ کا مزاج یہ تھا کہ وہ اس طرح کے اختلافات کو مذموم نہیں سمجھتے تھے اور پورے احترام اور فراخ قلبی کے ساتھ دوسرے کو اختلاف کا حق دیتے تھے، اس کی چند مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

صحابہ کے اختلاف کی چند مثالیں

☆ حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیوہ حاملہ عورت کی عدت ولادت تھی اور غیر حاملہ کی چار مہینے دس روز، حضرت علی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا نقطÃ یہ تھا کہ ولادت اور چار ماہ دس دنوں میں سے جو مدت طویل ہو وہ عدتِ وفات ہوگی۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے نزدیک مطلقہ عورت کی عدت تیسرے حیض کے غسل کے بعد پوری ہوتی تھی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہوتے ہی عدت پوری ہو جاتی تھی۔

☆ حضرت ابوبکر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ باپ کی طرح دادا بھی سگے بھائیوں کو میراث سے محروم کر دے گا، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس سے اختلاف تھا۔

☆ ایک بڑا اختلاف عراق و شام کی فتوحات کے وقت پیدا ہوا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا نقطÃ یہ تھا کہ مالِ غنیمت کے عام اُصول کے مطابق اسے مجاہدین پر تقسیم کر دی جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی رائے تھی کہ اسے بیت المال کی ملکیت میں رکھا جائے تاکہ تمام مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچے اور طویل بحث و مباحثہ کے بعد اسی پر فیصلہ ہوا۔

☆ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ تھا کہ خلع حاصل کرنے والی عورت پر عدت واجب نہیں، صرف فراغتِ رحم کو جاننے کے لیے ایک حیض گذارنا ضروری ہوگا، دوسرے صحابہ مکمل عدت گذارنے کو واجب قرار دیتے تھے۔ اس طرح کے بیسیوں اختلاف عہدِ صحابہ میں موجود تھے، کتبِ فقہ اور خاص کر شروحِ حدیث

ان کی تفصیلات سے بھری پڑی ہیں۔اس سے مختلف صحابہ کی فقہ اوران کا فقہی ذوق اور منہج استنباط واضح طور پر سامنے آتا ہے۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بعض اختلافی مسائل میں ایک رائے پر جمع کرنے کی خاص طور پر کوشش فرمائی؛ چنانچہ بعض مسائل پر اتفاق رائے ہوگیا اور جن میں اتفاق نہیں ہوسکا، ان میں بھی کم سے کم جمہور ایک نقطۂ نظر پر آگئے، ان میں سے چند مسائل یہ ہیں:

☆ اس وقت تک شراب نوشی کی کوئی سزا متعین نہیں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں اکابر صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علی نے فرمایا کہ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو نشہ میں مبتلا ہوتا ہے؛ پھر نشہ کی حالت میں ہذیان گوئی شروع کرتا ہے اور اسمیں لوگوں پر بہتان تراشی بھی کرتا ہے؛ اس لیے جو سزا تہمت طرازی (قذف) کی ہے، یعنی اسی (۸۰) کوڑے، وہی سزا شراب نوشی پر بھی دے دی جانی چاہئے؛ چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا (موطا امام مالک، حدیث نمبر:۷۰۹) بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بھی اسی (۸۰) کوڑے کا مشورہ دیا تھا۔

☆ اگر کوئی شخص لفظ بتہ کے ذریعہ طلاق دے، تو اس میں ایک طلاق کا معنی بھی ہوسکتا ہے اور تین طلاق کا بھی؛ چنانچہ ہوتا یہ تھا کہ طلاق دینے والے کی نیت کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا، حضرت عمر کا احساس یہ تھا کہ بعض لوگ اس گنجائش سے غلط فائدہ اُٹھاتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی، اس لیے انھوں نے اس کے تین طلاق ہونے کا فیصلہ فرمایا۔

☆ رسول اللہ سے نماز تراویح کی رکعات کی تعداد صحیح طور پر ثابت نہیں ہے؛ کیونکہ آپ نے اس نماز کے واجب ہوجانے کے اندیشے سے دو تین شب کے علاوہ صحابہ کے سامنے یہ نماز ادا نہیں فرمائی، مختلف لوگ تنہا تنہا پڑھ لیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت بنادی، ان پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا اور تراویح کی بیس رکعتیں مقرر فرمادیں، جو آج تک متوارثاً چلا آرہا ہے۔

(۵) صحابہ اور خاص کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض فیصلے شریعت کی مصلحت اور اس کے عمومی مقاصد کو سامنے رکھ کر بھی کئے ہیں، جیسے:

☆حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں **"مؤلفۃ القلوب"** جو زکوٰۃ کی ای- اہم مد ہے، کو روک *ڈی تھا؛ کیوèمسلمانوں کی تعداد.ڑھ گئی تھی اور اسلام کی شو !- قائم ہوگئی تھی لہٰذا ان کے خیال میں اب اس مد کی ضرورت *.قی نہیں تھی۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ای- شد+ قحط.پڑا کہ لوگ اضطرار کی کیفیت میں مبتلا ہوگئے، اس زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چوری کی سزا موقوف فرمادی، اسی طرح حضرت حاطب بن بلتعہ کے غلاموں نے قبیلہ مزینہ کے ای- شخص کی اُونٹ چوری کر لی، آپ رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کے ہاتھ نہیں کاٹے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نقطۂ یہ تھا کہ اس وقت لوگ حالتِ اضطرار میں ہیں اور اضطراری حا) میں چوری کرنے سے حد جاری نہیں ہوگی؛ کیوKièن اختیاری افعال کے *.رے میں جواب دہ ہے، نہ کہ اضطراری افعال کے *.رے میں۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھٹکی ہوئی اُونٹ کو پکڑنے سے I فر*یا؛ کیوè وہ خود اپنی حفاظت کرسکتی ہے؛ یہاں-- کہ اُس کا مالک اُس کو*پالے، حضرت ابوبکر وعمر کے دور میں اسی.پر عمل رہا، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ایسی اُونٹ کو پکڑ e او@ کر اس کی قیمت کو محفوظ رp کا حکم *ڈی-- آè اس کا مالک آجائے (شرح الزرقانی علی المؤطا لمالک:3\129) کیوè اخلاقی اz ط کی وجہ سے اس *.ت کا# یشہ پیدا ہوا تھا کہ+ قماش لوگ ایسی اونٹ کو پکڑ لیں، گو*یا منشا اونٹ کی حفاظت تھا، طرi کار، زمانہ کے حالات کے لحاظ سے+ل ہوا۔

☆ اسی طرح اگر کوئی شخص مرضِ وفات میں اپنی بیوی کو طلاق *.ئن دے دے، تو شریعت کے عمومی اُصول کا تقاضا تو یہی تھا کہ مطلقہ کو اس مرد سے میراث نہ ملے؛ لیکن چوè اس کو بعض غیر منصف مزاج لوگ بیوی کو میراث سے محروم کرنے کا ذریعہ بناh تھے، اس لیے صحابہ نے ظلم کے سدِ*.ب کی غرض سے ایسی مطلقہ کو بھی مستحق میراث قرار *ڈی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خیال تو یہ تھا کہ اگر عدت ختم ہونے کے بعد شوہر کی موت ہو، $ بھی عورت وارث ہوگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ عدت کے# رشوہر کی وفات کی صورت میں عورت کو میراث ملے گی۔

☆اسی طرح امن وامان اور حفاظتِ جان کی مصلحت کے پیشِ Ã حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ ,پ حضرت عمر نے فر*ا ی کہ اگر ا یہ شخص کے قتل میں ای- جما (ؤ شر ی- ہوتو تمام شرکا قتل کئے جا N گے۔

(٦) صحابہ فروعی مسائل میں اختلاف رائے کو. انہیں سمجھتے تھے اور ا ی- دوسرے کا احترام کرتے تھے، ا ی- دوسرے کی اقتدا میں Ú زادا کرتے تھے؛ اگر کوئی شخص سوال کرنے آئے تو ا ی- دوسرے کے* پ س تحقیق مسئلہ کے لیے بھیجتے تھے اور اپنی رائے پ شدت نہ اختیار کرتے تھے، حضرت عمر سے ا ی- صا # ملے اور حضرت علی اور ز+ ی بن* .$ کا فیصلہ انھیں سنا ی، حضرت عمر نے سن کر کہا: کہ اگر میں فیصلہ کر* تو اس کے. خلاف اس طرح کر*، ان صا # نے کہا کہ آپ کو تو اس کا حق اور اختیار حاصل ہے؛ پھر آپ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ فرمادیں، حضرت عمر نے فر*ا ی کہ اگر میرے* پ س اللہ، رسول کا حکم ہو* تو میں اس کو* فذ کردیتا؛ لیکن میری بھی رائے ہے اور رائے میں & شر ی- ہیں؛ چنانچہ انھوں نے حضرت علی اور حضرت ز+ ی کے فیصلہ کو. قرار رکھا:" (اعلام الموقعین :١/ ٤٥)

فقہاء صحابہ کے درمیان اختلافِ رائے کے مختلف اسباب

(١) قرآن وحد.$ کے کسی لفظ میں ا ی- سے* ز ی دہ معنوں کا احتمال، جیسے قرآن نے تین "قرؤ" کو عدت قرار دی ہے "قرؤ کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی؛ چنانچہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس سے حیض کا معنی مراد لیا اور حضرت عائشہ، حضرت ز+ ی بن* .$ نے طہر کا۔

(٢) بعض احاد.$ ا ی- صحابی-- پہنچی اور دوسرے-- نہیں پہنچی، جیسے . ہ کی میراث کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر اس* .ت سے واقف نہیں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھٹا حصہ د ی ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلم نے شہادت دی کہ حضور نے دادی کو چھٹا حصہ د ی ہے؛ چنانچہ اسی پ فیصلہ ہوا۔

(٣) بعض دفعہ حضور کے کسی عمل کا مقصد ومنشا متعین کرنے میں اختلافِ رائے ہو* تھا، جیسے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ طواف میں رمل کا عمل آپ نے مشرکین کی ت دپ کے لیے فرمای، جو کہتے تھے کہ مدینہ کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور کر کے رکھ دی ہے، یہ آپ کی مستقل سن نہیں، دوسرے صحابہ اس کو مستقل قرار دیتے تھے۔

☆ حج میں منی سے مکہ لوٹتے ہوئے وادی ابطح میں توقف، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ اسے سن نہیں سمجھتے تھے اور اس کو حضور کا ای طبعی فعل قرار دیتے تھے کہ اس کا مقصد آرام کرن تھا؛ لیکن دوسرے صحابہ اسے سن قرار دیتے تھے۔ جن مسائل میں کوئی نص موجود نہ ہوتی اور اجتہاد سے کام لیا جات، ان میں نقطۂ نظر کا اختلاف پیدا ہوت تھا مثلاً:

☆ اگر کوئی مرد کسی عورت سے عدت کے درمیان نکاح کر لے، تو حضرت عمر بطورِ سرزنش اس عورت کو ہمیشہ کے لیے اس مرد پر حرام قرار دیتے تھے اور حضرت علی کی رائے یہ تھی کہ دونوں میں تفریق کر دی جائے اور سرزنش کی جائے؛ لیکن اس کی وجہ سے ان دونوں مرد و عورت کے درمیان دائمی حرمت پیدا نہیں ہوگی۔

☆ اسی طرح حضرت ابوبکر کا طریقہ یہ تھا کہ بیت المال میں جو کچھ آت، اسے تمام مسلمانوں پر مساوی تقسیم فرماتے اور حضرت عمر نے اپنے زمانہ میں برابر تقسیم کرنے کے بجائے لوگوں کے درجہ و مقام اور اسلام کے لیے ان کی خدمات کو سامنے رکھ کر تقسیم کرن شروع کیا۔

(۴) غور کیا جائے! تو صحابہ کے درمیان اختلاف رائے کا ای سبب ذوق اور طریقہ استنباط کا فرق بھی تھا، بعض صحابہ کا مزاج حدیث کے ظاہری الفاظ پر قنا عت کا تھا، جیسے **حضرت ابو ہریرہ**، **حضرت عبداللہ بن عمر**، **حضرت ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہم اجمعین** وغیرہ۔ جبکہ بعض صحابہ حدیث کے مقصد و منشاء پر نظر رکھتے تھے اور قرآن مجید اور دین کے عمومی مزاج و مذاق کی کسوٹی پر اسے پرکھنے کی کوشش کرتے تھے، **حضرت عمر**، **حضرت عبداللہ بن مسعود** اور **حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین** وغیرہ اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے، چند مثالوں سے اس کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے:

☆ حضرت فاطمہ بنت قیس نے روایت کیا کہ مطلقہ بائنہ عدت میں نہ نفقہ کی حق دار ہے، نہ رہائش کی، حضرت عمر نے سنا تو اس کو قبول کرنے سے انکار کر دی اور فرمای کہ میں ای عورت کی بات پر نہ معلوم کہ اس

ئے* یدرکھا یہ بھول گئی، کتاب اللہ اور سنتِ رسول کونہیں چھوڑ سکتا، حضرت عمر کو خیال تھا کہ یہ فاطمہ .M قیس کا وہم ہوسکتا ہے؛ کیوè قرآن سورہ طلاق آ یۃ$ امیں مطلقہ کے لیے رہائش فراہم کرنے کی ہدا یۃ$ موجود ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر نے روا یۃ$ کیا کہ مردہ کو اس کے لوگوں کے اس پہ رونے کی وجہ سے عذاب* دی جا* ہے، حضرت عائشہ نے اس پہ نکیر فرمائی اور کہا کہ یہ قرآن کے حکم "ولا تزر وازرة وزر اُخری (فاطر ۱۸) یعنی "ا یک شخص پہ دوسرے کے H ہ کا بوجھ نہیں ہوگا" کے خلاف ہے۔

☆ حضرت ابو ہر یرہ نے روا یۃ$ کیا کہ جنازہ کو اُٹھانے والے پہ وضو وا # ہے، حضرت عبداللہ بن عباس نے سوال کیا کہ کیا سوکھی ہوئی لکڑیوں کو چھونے سے وضو ٹوٹ جا* ہے؟ اس طرح کی بہت سی مثالیں صحابہ کے درمیان* ہمی مناقشات کی* پ ئی جاتی ہیں، جن سے ظاہر ہے کہ مسائل شرعیہ کو ا: کرنے کے سلسلہ میں دونوں طرح کا ذوق** پ یا جا* تھا اور یہی ذوق بعد کو فقہاء مجتہدین-- منتقل ہوا اور اس کی وجہ سے الگ الگ فقہ وجود میں آئے۔

(۵) اس عہد میں & سے اہم کام حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں سرکاری طور پہ قرآن مجید کی جمع و+ وین کا اور حضرت عثمان غنی کے دور میں قرات قریش پہ مصحفِ قرآنی کی کتا$ اور اس کی اشا (کا کام ہوا، حضرت عمر کے دل میں جمع احاد یۃ$ کا داعیہ بھی پیدا ہوا؛ لیکن انھوں نے کافی غور وفکر اور تقریباً ا یک ماہ استخارہ کرنے کے بعد اس کا ارادہ ت ک کر دی کہ کہیں یہ قرآن مجید کی طرف سے بے توجہی اور بے التفاتی کا L نہ بن جائے۔ (* ریخ التشریع الاسلامی لخضری ۔ :۱۷۱)

(۶) یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ صحابہ & کے & فقیہ و مجتہد تھے؛ بلکہ ا یک محدود تعداد ہی اس جا$ متوجہ تھی؛ کیوè استعداد و صلا A کے فرق کے علاوہ دین کے بہت سے کام اور وقت کے بہت سے تقاضے تھے اور & کے لیے افرادِ کار کی ضرورت تھی، علامہ ابن قیم نے ان صحابہ کا ذکر کیا ہے، جن سے فتاویٰ منقول ہیں، مرد و خواتین کو لیکر ان کی تعداد 130 Ž ہے؛ پھر ان کے تین ا وہ کئے ہیں، ا یک وہ جن سے بہت ز یادہ فتاویٰ منقول ہیں، ان کی تعداد سات ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ حضرت زی بن ث $. رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

خلیفہ مامون کے پڑ پوتے ابوبکر محمد نے صرف حضرت عبداللہ بن عباس کے فتاویٰ کو جمع کیا تو ان کی بیس جلدیں ہو N ۔

بیس صحابہ متوسطین میں شمار کئے گئے ہیں، جن سے بہت ز دہ نہیں؛ لیکن منا & تعداد میں فتاویٰ منقول ہیں اور بقول ابنِ قیم رحمہ اللہ ان کے فتاویٰ کو ای چھوٹے % ء میں جمع کیا جاسکتا ہے، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت اُم سلمہ اور حضرت ابوہری ہ رضی اللہ عنہم وغیرہ اسی ا وہ میں ہیں۔

بقیہ صحابہ وہ ہیں جن سے ای دو مسئلہ میں فتویٰ دینا منقول ہے، ان کی تعداد (125) ہے؛ اسی ا وہ میں حضرت حسن وحسین، سیدالنساء حضرت فاطمہ، حضرت حفصہ، حضرت صفیہ، حضرت اُم حبیبہ، حضرت میمونہ، حضرت بلال، حضرت عباد اور حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں۔ (دیکھئے اعلام الموقعین: ۱/۲۱۔۴۱)





تیسرا مرحلہ :
اصاغر صحابہ اور اکابر تابعین

یہ مرحلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت سے شروع ہوتا ہے اور بنو اُمیہ کی حکومت کے خاتمہ کے قریب زمانہ تک کا احاطہ کرتا ہے، اس عہد میں بھی بنیادی طور پر اجتہاد و استنباط کا وہی منہج رہا جو صحابہ نے اختیار کیا تھا، اس عہد کی چند خصوصیات قابل ذکر ہیں:

(۱) فقہاء صحابہ کسی ایک شہر میں مقیم نہیں رہے بلکہ مختلف شہروں میں مختلف صحابہ کا ورود ہوا، وہاں لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور اس شہر میں ان کی آراء اور فتاویٰ کو قبولیت حاصل ہوئی:

مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ مجاہد بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان،

کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردان توفیق، علقمہ نخعی، اسود بن یزید اور ابراہیم نخعی،

بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری، حضرت انس بن مالک اور ان کے شاگرد محمد بن سیرین،

شام میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن صامت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور ان صحابہ سے استفادہ کرنے والے تابعین، ابوادریس خولانی؛ اسی طرح مصر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ان کے بعد یزید بن حبیب وغیرہ کے فتاویٰ کو بقول حاصل ہوا۔ (اعلام الموقعین :۱/۱۲)

(۲) صحابہ اور فقہاءِ تابعین کے مختلف شہروں میں مقیم ہونے کی وجہ سے فقہی مسائل میں اختلاف کی بھی کثرت ہوئی؛ کیونکہ ایک تو خلافتِ راشدہ میں خاص کر حضرت عثمان غنی کی شہادت تک اہل علم یکجا تھے

*یا ایـ دوسرے سے قری$ واقع تھے، اس کی وجہ سے بہت سے مسائل میں اتفاق رائے ہوجا** تھا، اب عالم اسلام کا دا ئرہ وسیع ہوجانے، دور دراز شہروں میں مقیم ہونے اور ذرائع ابلاغ کے مفقود ہونے کی وجہ سے اجتماعی اجتہاد کی جگہ Đاادی اجتہاد کا غلبہ تھا، دوسرے مختلف شہروں کے حالات، رواجات، کار*وبار ی طر j اور لوگوں کے فکری و عملی رجحا* ت بھی مختلف تھے، اس اختلاف کا ا* مختلف شہروں میں بسنے والے فقہاء کے نقطہÃ پر بھی پ** تھا؛ اس لیے بمقابلہ گذشتہ ادوار کے، اس دور میں اختلافِ رائے کی کثرت ملتی ہے۔

(۳) یوں تو اکابرِ صحابہ میں بھی دونوں طرح کے فقہا* پائے جاتے تھے، ایـ وہ جن کی نگاہ حدی$ کے ظاہری الفاظ پر ہوتی تھی، دوسرے وہ جو معانی حدی$ کے **غواص** تھے اور احکامِ شرعیہ میں شریعت کی مصالح اور لوگوں کے احوال کو بھی پیشِ Ãر p تھے*؛ بعین کے عہد میں یہ دونوں طر i اجتہاد اور ان کے طرزِ استنباط کا تفاوت ز* یدہ ںu یں ہH، جو لوگ ظاہر حدی$ پر قانع تھے وہ "اصحاب الحدی$ " کہلائے اور جوÀص اور ان کے مقاصد و مصالح کو سامنے رکھ کر رائے قائم کرتے تھے وہ "اصحاب الرائے" کہلائے، اصحاب الحدی$ کا مرا* مدینہ تھا اور اصحاب الرحائے کا عراق اور خاص طور پر عراق کا شہر کوفہ، گو مدینہ میں بعض ایسے اہل علم موجود تھے، جو اصحاب الرائے کے طر i استنباط سے متا* تھے، جیسے امام مالک کے استاذ ربیعہ بن عبدالرحمٰن، جو اصحاب الرائے کے طرزِ استنباط میں ماہر ہونے سے "ربیع الرای" کہلائے اور "رائی" ان کے*م کا % ٹھہرا؛ اسی طرح کوفہ میں امام عامر شراحیل شعبی جو امام ابوحنیفہ کے اسا* ہ میں ہیں؛ لیکن ان کا منہج اصحاب الحدی$ کا تھا۔ اصحاب الرائی اور اصحاب الحدی$ کے درمیان دو اُمور میں ںu یں فرق تھا، ایـ یہ کہ اصحاب الحدی$ کسی حدی$ کو قبول اور رد کرنے میں محض سند کی تحقیق کو کافی سمجھتے تھے اور خارجی وسائل سے کام نہیں e تھے، اصحاب الرائے اُصولِ روای$ کے ساتھ اُصولِ درای$ کو بھی ملحوظ ر p تھے، وہ حدی$ کو سند کے علاوہ اس طور پر بھی p تھے کہ وہ قرآن کے مضمون سے ہم آہنگ ہے* یا اس سے متعارض؟ دین کے مسلمہ اُصول اور مقاصد کے موافق ہے* یا نہیں؟ دوسری مشہور حدیثوں سے متعارض تو نہیں ہے؟ صحابہ کا اس حدی$ پر عمل تھا* یا نہیں؟ اور نہیں تھا تو اس کے اسباب کیا ہو h ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اصحاب الرائی کا منہج ز* یدہ در & بھی تھا اور دشوار بھی۔

دوسرا فرق یہ تھا کہ اصحاب الحدیث ان مسائل سے آگے نہیں بڑھتے تھے جو حدیث میں مذکور ہوں؛ یہاں تک کہ بعض اوقات کوئی مسئلہ پیش آجاتا اور ان سے اس سلسلہ میں رائے دریافت کی جاتی؛ اگر حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہوتا تو وہ جواب دینے سے انکار کرجاتے اور لوگ ان کی رہنمائی سے محروم رہتے، ایک صاحب سالم بن عبداللہ بن عمر کے پاس آئے اور ایک مسئلہ دریافت کیا؛ انھوں نے نے کہا کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں سنی، استفسار کرنے والے نے کہا کہ آپ اپنی رائے بتائیں ؛انھوں نے انکار کیا، اس نے دوبارہ استفسار کیا اور کہا کہ میں آپ کی رائے پر راضی ہوں، سالم نے کہا کہ اگر اپنی رائے بتاؤں تو ہوسکتا ہے کہ تم چلے جاؤ اس کے بعد میری رائے بدل جائے اور میں تم کو نہ پاؤں۔(تاریخ الفقہ الاسلامی، للشیخ محمد علی السایس:۷۷)

یہ واقعہ ایک طرف ان کے احتیاط کی دلیل ہے؛ لیکن سوال ہے کہ کیا ایسی احتیاط سے اُمت کی رہنمائی کا حق ادا ہوسکتا ہے؟ **اصحاب الرائی نہ صرف یہ کہ جن مسائل میں نص موجود نہ ہوتی، ان میں مصالح شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد کرتے؛ بلکہ جو مسائل ابھی وجود میں نہیں آئے؛ لیکن ان کے واقع ہونے کا امکان ہے، ان کے بارے میں بھی پیشگی تیاری کے طور پر غور کرتے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے، اسی کو "فقہ تقدیری" کہتے ہیں۔**

فقہ تقدیری کا پھل

اصحاب حدیث اصحاب الرائی کے اس طرزِ عمل پر طعنہ دیتے تھے؛ لیکن آج اسی فقہ تقدیری کا نتیجہ ہے کہ نئے مسائل کو حل کرنے میں قدیم تدوین فقہی ذخیرہ سے مدد مل رہی ہے۔اس وضاحت سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اصحاب الرائی کا کام بمقابلہ اصحاب الحدیث کے زیادہ دُشوار تھا؛ اسی لیے متقدمین کے یہاں "اصحاب الرائی" میں سے ہونا ایک قابل تعریف بات تھی اور مدح سمجھی جاتی تھی، بعد کو جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا؛ انھوں نے رائے سے مراد ایسی رائے کو سمجھا جو قرآن وحدیث کے مقابلہ خودرائی پر مبنی ہو، یہ کھلی ہوئی غلط فہمی اور ناسمجھی ہے۔حجاز کا اصحاب الحدیث کا مرکز اور عراق کا اصحاب الرائی کا مرکز کوئی

اتفاقی امر نہیں تھا، اس کے چند C دی اسباب تھے،

اوّل یہ کہ حجاز عرب تہذی$ کا مرا٭ تھا، عرب اپنی سادہ ز+ گی کے لیے مشہور رہے ہیں، ان کی تہذی$ میں بھی یہی سادگی رچی بسی تھی، عراق ہمیشہ سے دُ* کی عظیم تہذیبوں کا مرا٭ رہا ہے اور ز+ گی میں تکلفات و تعیّشات اس تہذی$ کا% و تھا؛ پھر مسلمانوں کے زیر نگین آنے کے بعد یہ علاقہ عربی اور عجمی تہذی$ کا سنگم بن H تھا؛ اس لیے بمقابلہ حجاز کے یہاں مسائل *یدہ پیدا ہوتے تھے اور دین کے عمومی مقاصد و مصالح کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے کام 8 پ* تھا؛ یہاں کے فقہاء ا٭ علمائے اصحاب حدی$ کی طرح منصوص مسائل کے آگے سوچنے کو تیار ہی نہ ہوتے تو %اُمت کی رہنمائی کا فرض کیوں کرادا ہو* ؟۔

دوسرے حجاز پر حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ کی چھاپ تھی، جن کا ذوق ظاہر نص پر قنا (کرنے کا تھا اور عراق کے استاذ اول حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے فقہاء تھے، جن پر اصحاب الرائی کے طر i اجتہاد کا غلبہ تھا، اس لیے دونوں جگہ بعد کے علماء پر ان صحابہ کے+ راز فکر کی چھاپ گھری ہوتی چلی گئی۔

تیسرے اکثر فرقِ* طلہ کا مرا٭ عراق ہی تھا، یہ لوگ اپنی فکر کی اشا (کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے، اس لیے علماء عراق تحقیق حدی$ میں اُصول روای$ کے ساتھ ساتھ اُصولِ درای$ سے کام e تھے، اس کے بر خلاف علماء حجاز کو وضع حدی$ کے اس فتنہ سے نسبتاً کم سابقہ تھا۔

(۴) اسی دور میں فرقِ* طلہ کا 1/4 رہوا اور سیاسی اختلاف نے آہستہ آہستہ مذہبی رنگ اختیار کرلیا، ای- طرف شیعانِ علی تھے جو اہل M کو ہی خلافت کا مستحق جا... تھے اور چند صحابہ کو چھوڑ کر تمام ہی صحابہ کی تکفیر کیا کرتے تھے، دوسری طرف* صبیہ تھے، جو اہل M پر بنواُمیہ کے ظلم وجور کو سند جواز » کرتے تھے اور حضرت علی اور اہلِ M کو برا بھلا کہنے سے بھی نہیں چوکتے تھے* ہم* صبیہ کی تعداد بہت کم تھی اور انھیں کبھی کسی طبقہ میں قبول حاصل نہیں ہوا، تیسرا ٭ وہ خوارج کا تھا، جو حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت معاویہ اور بعد کے تمام صحابہ کو کافر قرار دیتا تھا، شیعہ اور خوارج کا مرا٭ عراق اور مشرق کا علاقہ تھا؛ حالا è اس اختلاف کی C دسیاسی تھی؛ لیکن چو è لوگوں کے ذہن پر مذہب کی ٭ فت بہت مضبوط تھی، اس لیے جلد ہی اس اختلاف نے عقیدہ کی صورت اختیار کر لی اور اس کو تقوی$ پہنچانے کے لیے لوگوں نے روایتیں گھڑنی شروع کردیں؛

پس اسی دور سے وضع حدیث کا فتنہ بھی شروع ہوا۔

(۵) عہد صحابہ میں اکثر لوگ وہ تھے؛ جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؛ اس لیے روایت حدیث کی ضرورت کم پیش آتی تھی، اب چونکہ زیادہ تر صحابہ رخصت ہوچکے تھے اور دوسری طرف فرقِ باطلہ کے نمائندوں نے اپنی طرف سے حدیثیں گھڑنی شروع کردی تھیں، اس لیے روایتِ حدیث کے سلسلہ میں بمقابلہ گذشتہ دور کے اضافہ ہوا۔

(٦) البتہ اس دور میں حدیث یا فقہ کی باضابطہ تدوین عمل میں نہ آئی، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سلسلہ میں کوشش تو کی اور گورنر مدینہ ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو اس کام کی طرف متوجہ کیا؛ لیکن اس سے پہلے کہ ابن حزم اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرتے، خود حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ہوگئی۔

(۷) اس دور کے اہم فقہاء وارباب افتاء کے نام اس طرح ہیں:

مدینہ: اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، امام زین العابدین علی بن حسین، عبداللہ بن مسعود، سالم بن عبداللہ بن عمر، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد بن ابوبکر، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر، محمد بن مسلم ابن شہاب زہری، امام ابوجعفر محمد باقر، ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیع الرائے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مکہ: حضرت عبداللہ بن عباس، امام مجاہد، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح۔

کوفہ: علقمہ نخعی، مسروق، عبید بن عمرو سلمانی، اسود بن یزید نخعی، قاضی شریح، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، عامر بن شراحیل شعبی رحمہم اللہ۔

بصرہ: حضرت انس بن مالک انصاری، ابوالعالیہ، رفیع بن مہران، حسن بن ابی الحسن یسار، ابوالشعثاء، جابر بن زید، محمد بن سیرین، قتادہ رحمہم اللہ۔

شام: عبدالرحمٰن بن غانم، ابوادریس خولانی، مکحول، قبیصہ بن ذویب، رجاء بن حیوٰہ، حضرت عمر بن

عبدالعزیز رحمہم اللہ۔

مصر: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، مرثد بن عبداللہ البزی، یزید بن ابی حبیب رحمہم اللہ۔

Ã : طاؤس بن کیسان، وہب بن منبہ صنعانی، یحییٰ بن ابی کثیر۔

☆............☆............☆

چوتھا مرحلہ:

دوسری صدی تا نصف چوتھی صدی

چوتھا مرحلہ اوائل دوسری صدی*- نصف چوتھی صدی+ وین فقہ کا چوتھا مرحلہ جو عباسی دور کی ابتداء سے شروع ہوکر چوتھی صدی ہجری کے وسط-- محیط ہے، نہای$ اہم ہے اور اسے نہ صرف فقہ اسلامی بلکہ تمام ہی اسلامی وعربی علوم وفنون کا سنہرا دور کہہ h* ہیں۔

فقہ اور فقہ سے متعلق جو علوم ہیں ان کے علاوہ اسی عہد میں تفسیر قرآن کے فن کو کمال حاصل ہوا اور تفسیر طبری جیسی عظیم الشان تفسیر وجود میں آئی، جو آج -- کتبِ تفسیر کا نہای$ اہم مرجع ہے؛ اسی عہد میں عربی *.ن کے قواعد مر$ ہوئے؛ اسی دور میں عباسی خلفاء کی خواہش پ یؤ. نی علوم، منطق اور فلسفہ وغیرہ عربی *.ن میں منتقل کیاHی اور اس کوC دبنا کر مسلمان محققین نے.ڑے.ڑے سائنسی کا*. مے ا• م دیئے اور علم وتحقیق کی د* میں اپنی فتح مندی کے علم نصب کئے اور فقہ کے لیے تو یہ دور نہای$ ہی اہم ہے۔

اس دور کی چند اہم خصوصیات اس طرح ہیں:

(ا) یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک ہی سے حدی$ کی جمع وکتا.$ کا کام شروع ہو چکا تھا؛ لیکن کتابی+ انہ پ اس کی-- M عمل میں نہیں آئی تھی؛ بلکہ مختلف لوگوں نے اپنی اپ* ی ددا Ç لکھ رکھی تھیں، & سے پہلے احادی$ کو*. ضابطہ طور پ جمع کرنے کا خیال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزی. رحم اللہ علیہ کو* ی؛ لیکن حضرت عمر نے اسے منا & نہ سمجھا اور حضرت عمر بن عبدالعزی. کی اس کام کی تکمیل سے پہلے ہی وفات ہوگئی، اب عباسی دور میں*. ضابطہ حدی$ کی+ وین کا کام شروع ہوا۔ یہ+ وین تین مرحلوں میں ا• م پ ئی

ا۔ پہلے مرحلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادی$ اور صحابہ کے فتاویٰ اور فیصلے؛ بلکہ کہیں کہیں *- بعین کے فتاویٰ بھی ملے جلے جمع کئے گئے، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الآ*: ر اور امام مالک

رحمہ اللہ کی مؤطا میں آج بھی اس طر i, "M! کو 5 حظہ کیا جا سکتا ہے؛

۲۔ پھر دوسری صدی ہجری کے %ó میں مسا 7 کا طر i مروج ہوا کہ راوی پنی تمام مر$ یت کو صحابہ کے* موں کی "M! سے جمع کر* اور حد$ کے مضامین وموضوعات سے قطع Ã ا- صحابی کی تمام مر$ یت ا- جگہ ذکر کی جاتیں، اس سلسلہ کی & سے ممتاز کتاب "مسند امام احمد بن m" ہے؛ لیکن ان میں صحیح ومستند اورضعیف *ó معتبر دونوں طرح کی روایتیں مذکور ہوتیں؛

۳۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری میں دو اُمور کی رعا$ کے ساتھ کتب حد$ مر$ کی گئیں، ا- یہ کہ ان کی "M! مضمون کے اعتبار سے ہو اور فقہی ابواب کی "M! پر روایتیں جمع کی جا N ، دوسرے یہ کہ Ü حد$ میں صحیح وضعیف کا فرق ملحوظ رکھا جائے اور اپنے گمان کے مطابق صحیح روایتیں Ü کی جا N ، صحاحِ ستہ؛ اسی دور کی* یادگاریں ہیں، جن کو کتبِ حد$ میں خاص طور پر قبولِ عام اور شہرت ودوام حاصل ہوا۔ اس وقت جو کتبِ حد$ موجود ہیں، ان میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الآ* ر، امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا اور امام محمد رحمہ اللہ کی مؤطا اور کتاب الآ* ر & سے قدیم کتابیں ہیں* قی بہت سی کتابیں وہ ہیں کہ ان کے مصنفین کی نسبت سے* ریخ کی کتابوں میں ان کا ذکر ملتا ہے؛ لیکن اب د7 یاب نہیں ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند گوا- قدیم" ین مسند ہے؛ لیکن یہ ان کے تلامذہ کی جمع کی ہوئی ہے نہ کہ خود امام صا # رحمہ اللہ کی۔

(۲) چوè+ وین حد$ کے شانہK نہ بلکہ اس سے پہلے ہی گمراہ فرقوں اور :* ;" س افراد واشخاص کی طرف سے وضع حد$ کا قبیح سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا اس لیے کچھ عالی ہمت، اہل علم نے روا$ کی تحقیق کو اپنا موضوع بنا* یا اور کسی رعا$ اور لحاظ کے بغیر مشکوک *ó معتبر راویوں کے احوال سے لوگوں کو* خبر کرنے کی اہم" ین ذمہ داری اپنے سر لی، یہ فن "%ó ح وتعدیل" کہلا* ہے؛ اسی دور میں اس فن کی C ید پڑی، اس فن کے & سے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطان (متوفی:۹۸) اسی عہد کے تھے؛ اسی طرح امام عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی:۱۹۸ھ)، یحییٰ بن معین (متوفی:۲۳۰ھ) اور امام احمد بن m (متوفی:۲۴۱ھ) جو اس فن کے اوّلین معماروں میں ہیں؛ اسی خوش نصیب عہد کی* یادگار ہیں۔

(۳) مسائل فقہیہ کے استنباط اور اجتہاد میں قرآن مجید کی مختلف قرأتوں کا بھی بڑا دخل ہے؛ چنانچہ

اس عہد میں قرأت کے فن نے بھی بڑا عروج حاصل کیا اور قرأتِ سبع: *نافع رحمہ اللہ (متوفی:۱۶۹ھ)، عبداللہ بن کثیر (متوفی:۱۲۰ھ)، ابوعمرو بن علاء (متوفی:۱۵۴ھ)، عبداللہ بن عامر (متوفی:۱۱۸ھ)، ابوبکر عاصم (متوفی:۱۲۸ھ) جن کے تلامذہ میں حفص بن سلیمان ہیں، حمزہ بن حبیب زیات (متوفی:۱۵۶ھ) اور ابوالحسن کسائی رحمہ اللہ (متوفی:۱۸۹ھ) اسی عہد کے قراء ہیں۔

قراءِ سبعہ پر جن تین قراء کا اضافہ کیا گیا ہے اور ان کو قراءِ عشرہ کہا جاتا ہے، ان کا تعلق بھی اسی عہد سے ہے۔

(۴) اُصولِ فقہ کی باضابطہ تدوین بھی اسی عہد میں ہوئی، کہا جاتا ہے کہ اس موضوع پر امام ابوحنیفہ رحم اللہ علیہ کی کوئی تالیف "کتاب الرائی" کے نام سے تھی؛ لیکن اب اس کا کوئی وجود نہیں، امام محمد رحمہ اللہ کی طرف بھی اُصول کی ایک کتاب اسی نام سے منسوب کی جاتی ہے، یہ بھی دستیاب نہیں؛ لیکن ماضی قریب میں ابوالحسین بصری معتزلی کی کتاب "المعتمد فی اُصول الفقہ" طبع ہوئی ہے، اس کتاب میں امام ابویوسف رحمہ اللہ کی کتاب کا حوالہ موجود ہے؛ اس لیے حقیقت یہی ہے کہ اس فن کے موسس اوّل امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ہیں، اس وقت اس موضوع پر جو قدیم ترین کتاب پائی جاتی ہے، وہ امام شافعی رحمہ اللہ کی "الرسالہ" ہے۔ یہ نہایت اہم کتاب ہے اور ابتدائی دور کی تالیف ہونے کے لحاظ سے نہایت جامع، واضح اور مدلل تالیف ہے، جس میں قرآن مجید کے بیان کے اُصول، سنت کی اہمیت اور قرآن سے اس کا ربط، نسخ ومنسوخ، علل حدیث، خبر واحد کی حجیت، اجماع، قیاس، اجتہاد، استحسان اور فقہی اختلافِ رائے کی حیثیت پر گفتگو کی گئی ہے۔

(۵) اس دور میں فقہی اصطلاحات کا ظہور ہوا اور احکام میں فرض، واجب، سنت، مباح اور مستحب جیسی اصطلاحات نے رواج پایا، تابعین کے عہد میں عام طور پر ایسی اصطلاحات قائم نہیں تھیں؛ بلکہ شریعت میں جن باتوں کا حکم دیا گیا، لوگ بلاتفریق اس پر عمل کرتے تھے اور جن باتوں سے منع کیا گیا، بلاکسی فرق کے ان سے اجتناب کرتے تھے۔

(۶) بمقابلہ پچھلے ادوار کے اس عہد میں اجتہاد واستنباط کی کثرت ہوئی، اس کے دو بنیادی اسباب تھے، ایک عباسی حکومت کا علمی ذوق، عباسیوں نے جہاں بغداد جیسا متمدن شہر آباد کیا اور عقلی علوم کو عربی زبان

کا جامہ پہنایا، وہیں اسلامی علوم سے بھی ان کو اعتناء تھا اور خود خلفاء علمی ذوق کے حامل ہوا کرتے تھے؛ بلکہ بعض دفعہ کسی رائے سے اور غلو کی وجہ سے نقصان بھی ہوا؛ چنانچہ بعض عباسی خلفاء کے معتزلہ سے متاثر ہونے کی وجہ سے "**خلق قرآن کا فتنہ**" پیدا ہوا جس کی خوں آشام داستان اب بھی تاریخ میں محفوظ ہیں، عباسی خلفاء کو فقہ سے بھی تعلق تھا؛ یہی وجہ ہے کہ منصور اور پھر خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا کو ملکی دستور کی حیثیت دینی چاہی؛ لیکن یہ امام مالک رحمہ اللہ کا اخلاص تھا کہ انھوں نے اس سے انکار فرمایا، بعض عباسی خلفاء نے امام مالک رحمہ اللہ سے یہ شکایت بھی کی کہ ان کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباس اور بنو ہاشم کے صحابہ کی مرویات کو وہ اہمیت نہیں دی گئی ہے، جو دوسرے صحابہ کی مرویات کو دی گئی ہے، امام مالک نے اس پر معذرت کی کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ کے تلامذہ سے استفادہ کا موقع نہیں ملا۔ یہ ان کے علمی ذوق ہی کی بات تھی کہ ہارون رشید قاضی ابو یوسف سے حکومت کے مالیاتی قوانین کے موضوع پر تالیف کا طلب گار ہوتا ہے اور اسی خواہش کے نتیجہ میں ان کی معروف مقبول تالیف "**کتاب الخراج**" وجود میں آتی ہے اور یہ بھی خلفاء کی علم پروری ہی ہے کہ ان کے عہد میں بغداد ہر فن کے علماء و ماہرین کا مرکز و ملجا بن جاتا ہے، اس حوصلہ افزائی اور علمی پذیرائی نے علماء کو اپنے اپنے فن کو پایہ کمال تک پہنچانے کا حوصلہ دیا۔

دوسرا سبب عالم اسلام کی وسعت تھی، اب مسلمانوں کی حکومت یورپ میں اسپین سے لے کر ایشیاء میں مشرق بعید چین تک تھی، مختلف قوموں، مختلف تہذیبوں، مختلف لسانی گروہ اور مختلف صلاحیتوں کے لوگ عالم اسلام کے سایہ میں تھے اور ان میں بڑی تعداد نو مسلموں کی تھی؛ اس لیے لوگوں کی طرف سے سوالات کی کثرت تھی اور اس نسبت سے فقہی اجتہادات کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا؛ اسی عہد میں بڑے بلند پایہ، عالی ہمت اور اپنی ذہانت وفطانت کے اعتبار سے محیر العقول علماء وفقہاء پیدا ہوئے؛ کیونکہ اس عہد میں اسی درجہ کے اہلِ علم کی ضرورت تھی؛ پھر ان میں سے بعض بلند پایہ فقہاء نے مستقل دبستانِ فقہ کی بنیاد رکھی اور ان سے علمی نسبت کی وجہ سے اہلِ علم کی ایک تعداد ان کے ساتھ ہوگئی اور اس نے ان کے علوم کی اشاعت و تدوین اور تحقیق وتنقیح کے ذریعہ مستقل فقہی مدارس کو وجود بخشا، ان شخصیتوں میں جو سب سے ممتاز ہیں وہ ائمہ اربعہ کی ہیں۔

(۷) لیکن فقہ کی* . ضابطہ+ وین کا شرف & سے پہلے جس شخصیت کو حاصل ہوا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذات والاصفات ہے؛اسی لیے امام شافعی نے فرمٹا یہ: "مَنُ اَرَادَ الفِقُـهَ فَهُوَ عَيَـال عَلٰی اَبِیُ حَنِيُفَةَ"۔(الانتقاء لابن عبدالبر:۱۲۰)

جو شخص فقہ حاصل کر* چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اوران کے اصحاب کولازم پکڑے کیوè تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خوشہ چین (محتاج) ہیں۔'' (مناقب الامام ابی حنیفہ ص 27)

اس کا اعتراف تمام ہی منصف مزاج علماء نے کیا ہے،حافظ جلال الدین سیوطی:

انـه اول مَـن دَوَّنَ عـلـم الشريعة وَرَتَّبَها ابوابا ثم تبعه مالك ابن انس فى ترتيب الموطا ولـم يسبق ابا حنيفة احد(تبيض الصحيفه۳٦)

, جمہ:امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں؛ جنھوں نے علم شریعت کی+ وین کی اورا سے* . ب وار مر$ کیا؛ پھر مؤطا کی" M میں امام مالک نے انھیں کی پیروی کی،امام ابوحنیفہ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

, جمہ:امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں؛ جنھوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور کتاب او* . ب, پ اس کو مر$ فرمٹا یہ،جیسا کہ آج موجود ہے اور امام مالک نے اپنی مؤطا میں انھیں کی اتباع کی ہے۔

پھراہم* . ت یہ ہے کہ امام صا # نے دوسرے فقہاء کی طرح اÐ ادی طور, پ اپنی آراء مر$ نہیں کی؛ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح شورائی+ از اختیار کیا؛ چنانچہ علامہ موفق رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَوضع ابو حنيفة مذهبه شوریٰ بينهم لم يستمد بنفسه دونهم۔

, جمہ:امام ابوحنیفہ نے اپنا مذہب شورائی رکھا، وہ شرکاءِ شوریٰ کوچھوڑ کر تنہا اپنی رائے مسلط نہیں کرتے۔اس کا نتیجہ تھا کہ بعض اوقات ای- مسئلہ, پ ای- ماہ* یہ اس سے* یہ دہ بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا؛(مناقب ابوحنیفہ:۲/۳۳۱)

چنانچہ موفق رحمہ اللہ ہی رقم طراز ہیں:۔ كـان يـلـقـى مسئلة مسئلة يقلبهم ويسمع ماعندهم ويـقـول مـاعـنـده ويـنـاظـر هـم شهـرا او اكثر مِن ذالك حتى يستقر احدا لاقوال فيها (مناقب

ابوحنیفہ:۲/۳۳۱)

ترجمہ: امام صا # ای- ای- مسئلہ پیش کرتے، ان کے خیالات کا جائزہ e اوران کی بھی تیں g، اپنے خیالات پیش کرتے اور بعض اوقات ای- ماہ یا اس سے زیادہ تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری ر p؛ یہاں- کہ کوئی ای- قول متعین ہوجا۔

اس مجلس تدوین میں جو مسائل مرتب ہوئے اور جوزیر بحث آئے ان کی تعداد کیا تھی؟ اس سلسلہ میں تذکرہ نگاروں کے مختلف بیانات ملتے ہیں، مسا 7 امام ابوحنیفہ کے جامع علامہ خوارزمی نے، اسی ہزار (83000) کی تعداد لکھی ہے، جس میں اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے تھا اور باقی کا معا5ت سے۔ (مناقب الامام اعظم لملاعلی قاری:۴۷۳)

بعض حضرات نے ۶/ لاکھ اور بعضوں نے ۲۱/ لاکھ سے بھی زیادہ بتائی ہے، مشہور محقق مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اس تعداد میں ان مسائل کو بھی شامل کرلیا H ہے، جو امام کے مقرر کئے ہوئے اُصول وکلیات کی روشنی میں مستنبط کئے گئے تھے۔ (دیکھئے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی:۵۳۲) پس اگر اسی ہزار مسائل ہی اس مجلس تدوین کے مستنبط کئے ہوئے مانے جا N تو یہ کیا کم ہے؟

امام صا # کی مجلس تدوین فقہ کے شرکاء کے نام

عام طور پر یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ اس مجلس میں اپنے عہد کے چالیس ممتاز علماء شامل تھے؛ لیکن ان کے سنین وفات اور امام صا # سے وابستگی کے زمانہ کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ سارے لوگ شروع سے % اس کام میں شری- نہیں رہے؛ بلکہ مختلف ارکان نے مختلف ادوار میں کارِ تدوین میں ہاتھ بٹایا اور ان میں بعض وہ تھے جنھوں نے % ی زمانہ میں اس کام میں شرکت کی، عام طور پر شرکاء مجلس کے نام ای- جگہ نہیں ملتا ہے، مفتی عزیز الرحمٰن اور ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے ان ناموں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے اور ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے ان ہی کے حوالہ سے اسے بیان کیا ہے نام اس طرح ہیں:

امام ابویوسف (متوفی:182ھ)

محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (متوفی:189ھ)

حسن بن ز* د (متوفی:204ھ)

زفر بن ہذیل (متوفی:158ھ)

مالک بن مغول (متوفی:159ھ)

داؤد طائی رحمہ اللہ (متوفی:160ھ)

مندل بن علی (متوفی:168ھ)

¾بن عبدالکریم (متوفی:169ھ)

عمرو بن میمون (متوفی:171ھ)

حبان بن علی (متوفی:172ھ)

ابوعصمہ (متوفی:173ھ)

زہیر بن معاویہ (متوفی:173ھ)

قاسم بن معن رحمہ اللہ (متوفی175ھ)

حماد بن ابی حنیفہ (متوفی:176ھ)

ہیاج بن بطام (متوفی:177ھ)

شر- بن عبداللہ (متوفی:178ھ)

عافیہ بن ی± (متوفی:181ھ)

عبداللہ بن مبارک (متوفی:181ھ)

نوح بن دراج (متوفی:182ھ)

ہشیم بن بشیر سلمی (متوفی:183ھ)

ابوسعید یحییٰ بن زکر* (متوفی:184ھ)

فضیل بن عیاض (متوفی:187ھ)

اسد بن عمرو (متوفی:188ھ)

علی بن مسہر (متوفی:189ھ)

یوسف بن خالد (متوفی:189ھ)

عبداللہ بن ادریس (متوفی:192ھ)

فضل بن موسیٰ (متوفی:192ھ)

حفص بن غیاث (متوفی:194ھ)

وکیع بن 0%اح (متوفی:197ھ)

یحییٰ بن سعید القطان (متوفی:198ھ)

شعیب بن اسحاق (متوفی:198ھ)

ابوحفص بن عبدالرحمٰن (متوفی:199ھ)

ابومطیع بلخی (متوفی:199ھ)

خالد بن سلیمان (متوفی:199ھ)

عبدالحمید (متوفی:203ھ)

ابوعاصم النبیل (متوفی:212ھ)

مکی بن ا. اہیم (متوفی:215ھ)

حماد بن دلیل (متوفی:215ھ)

ہشام بن یوسف (متوفی:197ھ)

(۸) اس دور میں فقہاء اپنی قوتِ اجتہاد اور لیاقتِ استنباط میں نہای$ اعلیٰ درجہ کے حامل تھے، اللہ

تعالیٰ کے یہاں یہ* ت مقدر نہیں تھی کہ ان کے مذہب کو بقاء واستحکام حاصل ہوسکے؛ چنانچہ کم ہی عرصہ میں یہ مذاہب* پید ہوگئے؛ البتہ ان کی چیدہ چیدہ آراء، کتابوں اب بھی موجود ہیں، ان میں سے چار ٔ یتا خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

امام اوزاعی رحمہ اللہ

ان کا پور* م ابوعمر عبدالرحمٰن بن محمد ہے، یمن کے قبیلہ ذی الکاع کی ای شاخ اوزاع تھی؛ اسی نسبت سے اوزاعی کہلائے، 88ھ میں شام میں پیدا ہوئے سنہ 157ھ میں وفات* پ ئی، حدی$ کے ب ڑے عالم تھے، اصحاب حدی$ کے ا وہ سے تعلق تھا اور قیاس سے اجتناب کرتے تھے، شام اور # لس کے علاقہ میں ان کے مذہب کو قبولیت حاصل ہوئی؛ لیکن جلد ہی ان کے متبعین* پید ہوگئے۔

(دیکھئے ت* کرالحفاظ للذھبی: ج ا ص ۱۷۰)

سفیان ثوری رحمہ اللہ:

ابوعبداللہ سفیان بن سعید ثوری سنہ 97ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور سنہ 161ھ میں بصرہ میں وفات* پ ئی، فقہ اور حدی$ دونوں پ Ā تھی، عام طور پ ان کی آراء حدی$ سے قری$ ہوتی ہیں، ابتداء امام صا # سے چشمک تھی؛ پھر بعد کو غلط فہمی دور ہوگئی اور امام ابوحنیفہ کے قدرداں ہوگئے۔

لیث بن سعد رحمہ اللہ:

یہ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں سنہ 175ھ میں وفات* پ ئی، کہا جا* ہے کہ تفقہ میں ان کا درجہ امام مالک اور شافعی سے کم نہیں تھا، خود امام شافعی ان کو امام مالک سے ز* دہ فقیہ قرار دیتے تھے؛ لیکن ان کے مذہب کو ز* دہ رواج حاصل نہیں ہوسکا اور جلد ہی ختم ہ H۔

داؤد ظاہری رحمہ اللہ:

ان کا پور* م ابوسلیمان داؤد بن علی اصفہانی ہے سنہ 200ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور

سنہ 270ھ میں وفات* پ ئی، ابتدا میں فقہ شافعی کے متبع تھے، بعد میں پھر اپنے مسلک کی C ی رکھی، ظاہر نص پ, عمل کرنے میں غلو تھا اور اسی غلو کی وجہ سے بعض آراء حد معقولیت سے گذر جاتی ہیں، داؤد ظاہری نے بہت سی کتابیں بھی*- لیف کی ہیں، اس مکتب فکر کی ú ئندہ شخصیت علامہ ابن% م# لسی (متوفی:456ھ) ہیں؛ جنہوں نے اپنی معروف کتاب "المحلیٰ" لکھ کر اصحاب ظواہر کی فکر کی آراء کو محفوظ کر* ی ہے، ابن% م ہی کی کتاب "**الاحکام فی اصول الاحکام**" بھی ہے، جس میں اصحاب ظواہر کے اُصولِ فقہ مدون ہیں* پ نچویں صدی ہجری -- یہ مذہب** ی جا*- تھا (*- ریخ التشریع الاسلامی لحضرمی:180) ابنِ خلدون نے لکھا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری -- بھی یہ مذہب* قی تھا؛ پھر اس کا* م K ن مٹ H ی، موجودہ دور میں **سلفیت** کو اسی د I- نِ فقہ کا احیاء قرار* ی جاسکتا ہے۔

ابن% ی طبری رحمہ اللہ:

ابوجعفر محمد بن% ی طبری سنہ 224ھ میں طبرستان یں پیدا ہوئے سنہ 310ھ میں وفات* پ ئی؛ انھوں نے فقہ حنفی، فقہ مالکی اور فقہ شافعی تینوں کو حاصل کیا؛ لیکن کسی کی تقلید نہیں کی اور خود اجتہاد کیا، تفسیر طبری او*- ریخ طبری ان کی معروف کتابیں ہیں، جو بعد کے اہلِ علم کے لیے اولین مرجع کا درجہ ر b ہیں؛ اسی طرح فقہی اختلافات پ, "**کتاب اختلافات الفقہاء**" چھپ چکی ہے، ختم ہوجانے والے مذاہب میں اسی کو* ی دہ دنوں -- ز# گی حاصل رہی او* پ نچویں صدی کے نصف -- بہت سے لوگ اس فقہ پ, عمل تھے۔(دیکھئے، -T کرۃ الحفاظ:۲/۲۵۱۔کتاب الفہر & ،لابن# یم:۳۲۶*- ریخ التشریع الاسلامی:۱۸۳)



پانچواں مرحلہ

فقہ سقوطِ بغداد تک (۶۵۶ھ)

فقہ کی+ وین و"M ؓ ٹا پ نچواں مرحلہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل سے شروع ہو* ہے اور 656ھ میں سقوطِ بغداد پ ختم ہو* ہے،. # چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے عالمِ اسلامی کے دار الخلافہ بغداد پ غلبہ حاصل کیا،%0ی عباسی خلیفہ کو نہا$ بے دردی سے قتل کر ڈ یا اور ایسی خوں آشامی اور ہلا ! خیزی کا ثبوت ڈ یا کہ MI K سوزی اور قتل و غارت / ی کی* ریخ میں کم ہی اس کی مثال مل سکے گی۔

اس عہد کی خصوصیات اس طرح ہیں:

(ا) اسی عہد میں شخصی تقلید کا رواج ہوا اور لوگ تمام احکام میں ا ۔ متعین مجتہد کی پیروی کرنے لگے، تقلید کی اس صورت کو مختلف اسباب کی وجہ سے تقوی$ پہنچی، جن کا+ کرہ منا & محسوس ہو* ہے:

(الف) بہت سے ایسے لوگ دعوی اجتہاد کرنے لگے جو حقیقت میں اس منصب کے اہل نہیں تھے اور وہ اجتہاد کو قرآن و حدی$ سے اںZ اف کا چور دروازہ بنانے لگے، اس لیے دین کے تحفظ اور دفع فساد کے لیے اس زمانہ کے* لغ Ã اور محتاط علماء نے ضروری سمجھا کہ موجودہ حالات میں* ب اجتہاد کو بند کر ڈ یا جائے اور اُمت کو ان آوارہ خیالوں کے فتنہ سے بچا یا جائے۔

(ب) ائمہ مجتہدین کی سعی و محنت سے فقہ اسلامی کی" M و+ وین* پ یہ کمال کو پہنچ چکی تھی اور ان کی مساعی کی وجہ سے لوگوں کے لیے ہر طرح کے مسائل کا حل موجود تھا؛ اس لیے گذشتہ ادوار میں جس درجہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت تھی اب اتنی ضرورت* قی نہیں رہ گئی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کا قدرتی Â م ہے کہ. # کسی چیز کی ضرورت* قی نہیں رہ جاتی ہے تو اس طرف لوگوں کی توجہ بھی کم ہو جاتی ہے۔

(ج) بعض مجتہدین کو من جا$ اللہ لائق تلامذہ اور لائق ماہرین و متبعین ہاتھ آئے اور انھوں نے اس مجتہد کی آراء و افکار کو نہا$ بہتر طور پ مر$ کر ڈ یا، اس کی وجہ سے لوگوں میں ان کے اجتہادات کے تئیں

قبولِ عام کا رجحان پیدا ہوH اور اس طرح ا ۔ مستقل د. ِن فقہ کی تشکیل عمل میں آ گئی ،جن فقہاء کو ایسے لائق شاگرد میسر نہیں آئے ،ان کی فقہ ضابطہ طور پر مدون نہیں ہو پائی اور آہستہ آہستہ علمی زندگی سے اس کا رشتہ ٹ H ،اس کی واضح مثال امام اوزاعی اور لیث بن سعد ہیں ،جن کو ان کے معاصرین تفقہ کے اعتبار سے بعض ائمہ متبوعین سے بھی فائق قرار دیتے تھے؛لیکن آج کتابوں میں چند مسائل سے متعلق ان کی آراء مل جاتی ہیں اور بس۔

(د) صحابہ اور تابعین کے عہد میں کسی کو قاضی بنایا جاتا تو اسے ہدایت دی جاتی کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول کو اصل بنائے اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہ ملے تو اجتہاد سے کام لے ،اس سلسلہ میں وہ خط جو حضرت عمر رضی اللہ عنہنے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا حدیث وفقہ اور قضاء سے متعلق اکثر کتابوں میں نقل کیا گیا ہے ،بعد کے ادوار میں یوں ہوا کہ بعض قضاء حق اجتہاد کو ظلم و زیادتی اور کسی فریق کے حق میں طرف داری کا ذریعہ بنانے لگے ،اس پس منظر میں حکومتیں .# کسی کو قاضی مقرر کرتیں تو ان کو پابند کر دیتیں کہ فلاں مذہب کے مطابق فیصلہ کیا کریں تاکہ فیصلوں میں یکسانیت رہے اور جانب داری کی گنجائش باقی نہ رہے؛ چنانچہ عباسی خلفاء عام طور پر فقہ حنفی پر قاضی مقرر کیا کرتے ؛اسی طرح ترکوں نے بھی عہدہ قضاء کو احناف کے لیے مخصوص رکھا ،صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے مصر میں اور سلطان محمود ؔ رحمہ اللہ اور Âم الملک طوسی نے مشرقی علاقہ کی عدالتوں کو فقہ شافعی کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم دیا ،یہ بھی تقلیدِ شخصی کی ترویج کا ایک اہم سبب بنا۔

(ہ) تقلید پر انحصار کا ایک سبب علمی انحطاط بھی تھا ،اللہ تعالیٰ کا Âم یہ ہے کہ ہر عہد میں اس عہد کی ضرورت کے مطابق افراد پیدا ہوتے ہیں اور ضرورت جوں جوں کم ہوتی جاتی ہے؛ اس طرح کے افراد بھی کم ہوتے جاتے ہیں؛ یہی دیکھئے کہ روایتِ حدیث کے دور میں کیسے قوی الحفظ محدثین پائے جاتے تھے؛ جنھیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حدیثیں یاد ہوتی تھیں اور سند و متن صفحہ ذہن پر اس طرح نقش ہو جاتا تھا کہ گویا وہ پتھر پر کندہ کر دیئے گئے ہیں؛ لیکن تدوین حدیث کا کام مکمل ہونے کے بعد پھر اس صلا A کے لوگ پیدا نہیں ہو سکے ،زمانہ جاہلیت میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا ،تو لوگوں کو شاعروں کی پوری پوری دیوان نوکِ زبان

ہوتی تھیں اوراس طرح جاہلیت کا ادب محفوظ ہوسکا، بعد کے ادوار میں ایسی مثالیں شاذ ونادر ہی مل سکیں؛ اسی طرح. # -- شریعتِ اسلامی کے ا- مکمل Âمِ حیات کی M وین اور گی کے مختلف شعبوں سے متعلق مسائل کے حل کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو پوری کرنے کے لیے مجتہدانہ بصیرت مطلوب تھی، اجتہادی صلاحیتوں کے لوگ پیدا ہوتے رہے،. # اس کی ضرورت کم ہوگئی تو اس نسبت سے ایسے افراد کی پیدائش بھی کم ہوگئی۔

(۲) تقلید کے رواج نے جو ا- منفی اثر پیدا کیا وہ فقہی تعصب وتنگ Ãی اور. ل ومناظرہ کی کیفیت کا پیدا ہوجا ہے؛ گذشتہ ادوار میں بھی فقہی مسائل میں اختلافِ رائے پایا جاتا تھا؛ لیکن ا- دوسرے سے تعصب کی کیفیت نہیں تھی اور نہ اس کے لیے معرکہ. ل پیدا ہوتا تھا، اس دور میں یہ تین قسم کی تنگ Ãی وجود میں آئی، لوگ اپنے امام کی تعریف میں مبالغہ کی %ی حدود کو بھی پار کر جاتے تھے اور مخالف نقطہ Ã کے حامل امام ذی احترام کی شان میں گستاخی اور بد کلامی سے بھی باز نہیں رہتے تھے؛ یہاں -- کہ ان مذموم مقاصد کے لیے بعض ناترس لوگوں نے روایتیں بھی گھڑنی شروع کردیں۔ چوèعوام میں فقہ حنفی اور فقہ شافعی کو زیادہ رسوخ حاصل تھا؛ اس لیے معرکے بھی انھیں دونوں مکا$ فکر کے درمیان نسبتاً / م ہوتے تھے اور اپنے مسلک کی وتبلیغ کے لیے بعض اوقات بہت ہی پست حرکات کی جاتی تھیں، سلطان محمود ø اصل میں حنفی تھا اور کچھ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا، ا- شافعی عالم نے اس کو متاثر کرنے کے لیے اس کے سامنے بے Ž کے ساتھ جیسے t وضو کیا، پھر جلدی جلدی Ú زپڑھی اور سلام پھیرنے سے پہلے قصداً وضو توڑنے کا ارتکاب کیا اور بادشاہ سے کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی Ú ز ہے؛ پھر اچھی طرح وضو کیا اور بہتر طر i پر Ú ز ادا کی اور بادشاہ سے کہا کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کی Ú ز ہے؛ چنانچہ سلطان محمود نے اس واقعہ سے متاثر ہوکر شافعیت کو اختیار کرلیا اور Ú کرنے والوں کے بہ قول اس حر کا ارتکاب کرنے والا کوئی عامی نہیں تھا؛ بلکہ یہ ا- ممتاز شخصیت قفال شاشی تھا۔ (تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد علی سائس: ۲۳۱)

احکامِ Ú ز میں جو اختلافِ رائے مثلاً احناف اور شوافع کے درمیان پایا جاتا ہے، یہ صحابہ کے درمیان بھی تھا اور تابعین وائمہ مجتہدین کے زمانہ میں بھی تھا؛ لیکن وہ بے تکلف ا- دوسرے کے پیچھے Ú ز ادا کرتے

رہے ہیں اور یہ* بات ان کے ہاں کوئی معیوب چیز نہیں تھی۔

سلفِ صالحین کے زمانہ میں مناظرہ ایک طرح کا تبادلہ خیال ہوتا تھا، جس میں ایک دوسرے کا پورا احترام ملحوظ رکھا جاتا اور جو بات صحیح Ã آتی تھی اسے لوگ قبول کرتے تھے؛ لیکن اس دور میں مناظرہ کے نام پر مجادلہ اور باہمی & وشتم کا سلسلہ شروع ہوا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہوں اور رئیسوں کے دربار اور بڑی بڑی مسجدیں مناظرہ کا اکھاڑہ بن گئی تھیں اور بہت سے جاہل فرماں روا، جیسے مرغوں اور جانوروں کا مقابلہ کراتے اور تماشہ دیکھتے تھے؛ اسی طرح علماء سے مناظرہ کرا کران سے لطف لیا جاتا تھا؛ اسی لیے اس عہد کے بہت سے حنفی اور شافعی علماء کے حالات میں خاص طور سے اس کا ذکر ملے گا کہ یہ مذہب مخالف کے فلاں عالم سے مناظرہ کرتے تھے اور یہ کہ مناظرہ میں ان کو بڑا کمال حاصل تھا۔

(۳) اس عہد میں مقلد علماء نے دو اہم کام کئے، ایک تو اپنے دبستانِ فقہ کی آراء کے لیے دلائل کی تلاش اور استنباط؛ کیونکہ اصحاب مذہب سے بہت سے مسائل میں صرف ان کی رائے ملتی تھی اور اس رائے پر دلیل منقول نہیں تھی؛ لہٰذا کچھ تو علمی اور تحقیقی ضرورت اور کچھ مناظروں کی گرم بازاری اور فریق مخالف کی جواب دہی کے پس منظر میں Àص اور عقل وقیاس سے مذہب کی آراء پر دلیل فراہم کی گئیں؛ دوسرا کام ایک ہی مذہب فقہی کی حدود میں مختلف آراء کے درمیان ترجیح کا ہوا، یہ ترجیح کی ضرورت دو موقعوں پر پیش آتی ہے، ایک اس وقت جب امام سے مختلف راویوں نے الگ الگ رائےÜ کی ہو، اس صورت میں راوی کے ا7 دو **اعتبار** کے لحاظ سے ترجیح دی جاتی ہے کہ کونÜ زیادہ ذر & ہے؟ اسی بناء پر حنفیہ کے یہاں ظاہر روایت کو نوادر پر، مالکیہ کے ہاں ابن قاسم کی روایت کو ابن وھب، ابن ماجشون اور اسد ابن فرات کی روایت پر اور شوافع کے یہاں ربیع ابن سلیمان کی روایت کو مزنی کی روایت پر مقدم رکھا جاتا ہے، دوسرے اُس وقت جب امام سے ایک سے زیادہ اقوال صحیح ومستند طریق سے ثابت ہوں؛ ایسی صورت میں امام کے اصول استنباط اور کتاب وسنت اور قیاس سے موافقت اور ہم آہنگی کی بنیاد پر بعض اقوال کو ترجیح دی جاتی ہے؛ اس لیے ان میں اختلاف رائے کا پیدا ہونا فطری ہے؛ اسی لیے ایک ہی مذہب کے مختلف مصنفین کے نزدیک اقوال وآراء کی ترجیح میں خاصا اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

اس دور کا ا یہ قابل ذکر کام ائمہ مجتہدین کے اقوال کی تشریح وتوضیح بھی ہے، یعنی مجمل احکام کی توضیح، بعض مطلق اقوال سے متعلق شرائط وقیود کا بیان اور آراء کی تنقیح۔ اس طرح اس عہد میں ائمہ متبوعین کے مذاہب کی تنظیم وتدوین اور توضیح وتشریح کا بڑا اہم کام انجام پایا ہے۔

(۴) اس دور کا تذکرہ نامکمل ہوگا؛ اگر اس دور کے اہم فقہاء اور اہلِ علم کا ذکر نہ کیا جائے؛ اس لیے اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

حنفیہ:

امام ابوالحسن عبداللہ بن حسن کرخی (260-340ھ)

ابوبکر جصاص رازی (م370ھ)

ابوجعفر محمد بن عبداللہ بلخی ھندوانی (م362ھ)

ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی، امام الھدیٰ (م373ھ)

ابوعبداللہ یوسف بن محمد جرجانی (م398ھ)

ابوالحسن احمد قدوری (م427ھ)

ابوزید عبداللہ دبوسی، سمرقندی (م۴۰۰ھ)

ابوعبداللہ حسین صیمری (م436ھ)

ابوبکر خواہر زادہ بخاری (م433ھ)

شمس الائمہ عبدالعزیز حلوانی (م418ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی صاحب المبسوط (م483ھ)

ابوعبداللہ محمد بن علی دامغانی (400-478ھ)

علی بن محمد بزدوی (م483ھ)

شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری (427-512ھ)

ابواسحاق ا‌ٍ. اہیم بن اسماعیل صفار(574ھ)

طاہر بن احمد بخاری (م542ھ)

ظہیرالدین عبدالرشید والوالجی (م540ھ)

ملک العلماء ابوبکرابن مسعود کاسانی (م587ھ)

فخرالدین حسن اوزجندی قاضی خان (م592ھ)

علی ابن ابی بکر مرغینانی صا # ہدایہ(م593ھ)

بکر بن علاقشیری (م314ھ)

ابوبکر بن عبداللہ المعیطی (م367ھ)

یوسف بن عمر بن عبدالبر (م380ھ)

ابومحمد عبداللہ بن اُبی زئ قیروانی (م386ھ)

ابوبکر محمد بن عبداللہ بھری (م395ھ)

قاضی عبدالوھاب بغدادی (م422ھ)

ابوالقاسم عبدالرحمٰن حضرمی (م440ھ)

ابوالولید سلیمان٭ جی (م494ھ)

ابوالحسن علی لخمی (م498ھ)

ابوالولید محمد بن رشد قرطبی (م525ھ)

ابوعبداللہ محمد تمیمی (م526ھ)

ابوبکر محمد بن عربی صا # احکام القرآن (م536ھ)

ابوالفضل قاضی عیاضی (م541ھ)

محمد بن احمد بن محمد بن ارشد' دبیزمتن' صا # ہدای المجتہد (م595ھ)

یہ اُوپ ذکر کیئے گیئے ابنِ رشد' دبیزمتن' صا # کتاب المقدمات کے پوتے ہیں، اس لیے "ابن

رشدالحفید " کہلاتے ہیں۔

عبداللہ بن نجم سعدی (م610ھ)

شوافع:

ابواسحاق ا. اہیم مروزی (م240ھ)

ابوعلی حسین، المعروف*. بن ابی ہو یہ (م345ھ)

قاضی ابوحامد مروزی (362ھ)

محمد بن اسماعیل قفال کبیر شاشی (م365ھ)

ابوالقاسم عبدالعز ٰ دارکی (375ھ) ابوالقاسم عبدالواحد یعمری (386ھ)

ابوعلی حسین É (403ھ) ابوحامد ابن محمد اسفرائنی (م408ھ)

عبداللہ ابن احمد قفال صغیر (م417ھ) ابواسحاق ا. اہیم اسفرائنی (م418ھ)

ابوالطیب طاہر طبری (م450ھ) ابوالحسن علی ماوردی (350ھ)

ابوعاصم محمد مروزی (م458ھ) ابواسحاق ا. اہیم شیرازی (م476ھ)

ابو¾محمد بن صباغ (م477ھ) امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینی (م487ھ)

حجۃ الاسلام ابوحامد محمد غزالی (450-505ھ)

ابوالقاسم عبدالکریم رافعی (م623ھ) محی الدین ابوزکر* یا نووی (م631ھ)



چھٹا مرحلہ

سقوطِ بغداد تا اختتام تیرھوی صدی

یہ عہد بھی C دی طور پہ پہلے ہی عہد کے مماثل ہے، جس میں مختلف مسالک کے اہل علم نے اپنے مذہب فقہی کی : مت کی، مختلف مذاہب سے متعلق متون اور متون پہ F شروح وحد $ کی M عمل میں آئی، فتاویٰ مر $ ہوئے، فتاویٰ سے مراد دو طرح کی تحر یریں ہیں، ای مت% ین کے اجتہادات، دوسرے مستفتیوں کے سوالات کے جو ات اسی طرح علمی اعتبار سے اس دور کی خصوصیات کو تین نکتوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

1۔اوّل: یہ کہ گذشتہ ادوار میں علماء کے درمیان * ہمی ارتباط (میل 5پ) اور افادہ واستفادہ کا دا ہ بہت وسیع تھا، خاص کر حج کا موسم ای ایسی ڈی درسگاہ کی شکل اختیار کر 8 تھا، جس میں پوری د * کے اہلِ علم ای دوسرے سے کسب فیض کرتے تھے اور ان کی آراء اور علوم سے فا 4 ہ اُٹھاتے تھے؛ لیکن مذہبی تصلب (سختی وشدت) اور مسلمان * دیوں کی مختلف مملکتوں میں تقسیم وغیرہ کی وجہ سے اب افادہ واستفادہ کا یہ عالمی مزاج محدود ہ H اور ای ملک اور ای علاقہ کے علماء ای دوسرے سے استفادہ پہ اکتفاء کرنے لگے۔

2۔دوسرے: متقدمین کی کتابوں میں طرزِ گفتگو مجتہدانہ ہوا کر* ہے، امت % ین کے یہاں * یدہ سے * یدہ % ئیات کو جمع کرنے کا اہتمام پیدا ہوا، اس دور میں متقدمین کی کتابوں سے اہلِ علم کا رشتہ کمزور ہ H اور یہ ای حقیقت ہے کہ % ئیات کی کثرت سے آدمی مسائل کا حافظ ہوسکتا ہے؛ لیکن اس میں تفقہ کی شان پیدا نہیں ہوسکتی۔

3۔تیسرے: متقدمین کے یہاں طر i* لیف سادہ، سلیس اور واضح ہوا کر* تھا، عبارت سہل ہوا کرتی تھی اور اصل توجہ فن اور مضمون پہ ہوتی تھی؛ لیکن مت% ین کے یہاں الفاظ کی کفا $ اور مختصر نویسی کمال ٹھہرا؛ یہاں - کہ عبارتیں چیستاں (پہیلی، معمّا) بن گئیں؛ پھر کئی مصنفین نے اس کی عقدہ کشائی میں اپنا زورِ قلم صرف کیا، حاشیے، شرحیں؛ پھر ان شرحوں پہ حواشی اور کبھی ان شروح پہ شروح، نتیجہ یہ ہوا کہ فن سے توجہ

ہٹ گئی اور غیر متعلق اُمور پ مختیں صرف ہونے لگیں، اس اختصار نویسی کا نمونہ علامہ نسفی کی " کنز الدقائق" زکر*یا « ری کی " منہج الطلاب " اور مالکیہ میں " مختصر خلیل " میں دیکھی جاسکتی ہے، خاص کر مالکیہ کے یہاں مسائل کی تعبیر میں اور بھی ژ یدہ اغلاق (ابہام، پیچیدگی)* پ جا* ہے۔

اِس صورتِ حال نے فقہی ارتقاء (ت قی) کے راستے روک دیئے اور ژ یدہ ت متون کی مختصرات اور پھران مختصرات پ شروح وحواشی کا کام ہو* رہا؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی ا اں قدر* لیفات بھی اسی عہد کی* یدگار ہیں؛ خاص کر دسویں صدی ہجری کے اوائل-- متعدد صا # Ã اہل علم پیدا ہوئے، جن میں سے چند کا ذکر کیا جا* ہے:

حنفیہ:

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (م710ھ)

ابومحمد عثمان فخر الدین زیلعی (م743ھ)

محمد بن عبدالواحد کمال الدین ابن ہمام (م761ھ)

محمد بن احمد+ رالدین عینی (م762۔855ھ)

زین العا+ ین ابن نجیم مصری (م969ھ)

شمس الدین محمد بن امیر الحاج حلبی (م879ھ)

حافظ سیف الدین قطلو بغا (م798۔881ھ)

عمر بن ا+ اہیم ابن نجیم، صا # النہر الفائق (م1005ھ)

مالکیہ:

ابوضیاء خلیل کردی (م776ھ) ابوالحسن نور الدین اجہوری (م967۔1066ھ)

محمد بن عبداللہ قریشی (م ھ) نور الدین عدوی (م ھ)

شوافع:

علامہ تقی الدینQ (م683۔752ھ)

شیخ الاسلام زکر*یا « ری(م826۔926ھ)

شہاب الدین ابن حجر ہیثمی (م909۔995ھ)

حنابلہ:

علامہ تقی الدین احمد بن تیمیہ(م661۔728ھ)

شمس الدین ابن قیم جوزی(م691۔751ھ)



ساتواں مرحلہ
فقہ اسلامی عہدِ جدید میں

فقہ اسلامی کے ارتقاء(ترقی) کے سلسلہ میں اس دور کا نقطہ آغاز تیرہویں صدی ہجری کے اواخر کو قرار دیا جاسکتا ہے، جب خلافت عثمانیہ کے حکم پر "مجلۃ الاحکام العدلیہ" کی ترتیب عمل میں آئی، اس عہد میں فقہ اسلامی کی خدمت کا ایک رجحان پیدا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں جو کاوشیں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں، وہ یہ ہیں:

(ا) مسلکی تعصب جو خلافتِ عباسیہ کے سقوط کے بعد سے بہت شدت اختیار کرگیا تھا اور فقہی مسائل مناظرہ ومجادلہ کا موضوع بن چکے تھے، الحمدللہ اب اس صورتِ حال میں بہتری آئی ہے، اب اہلِ علم مختلف ائمہ اور مجتہدین کی آراء کو پورے احترام اور انصاف کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، عوامی مجلسوں میں تمام ہی سلفِ صالحین کے موعظت آمیز واقعات بیان کئے جاتے ہیں، کتابوں میں مخالف دلائل کا بھی انصاف کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، حرمین شریفین میں چار علیحدہ مصلیٰ کی صورت ختم ہوجانے کے بعد سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنے کا مزاج عام ہوا ہے، ان موضوعات پر مناظروں کی گرم بازاری ختم ہوئی ہے اور نئے مسائل پر غور کرنے کے لیے مختلف مسالک کے علماء ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ اور پورے جذبہ مسامحت کے ساتھ تمام نقاطِ نظر کو سنتے ہیں، یہ بہت ہی مثبت تبدیلی ہے، جو خاص کر گذشتہ نصف صدی میں اُبھر کر سامنے آئی ہے۔

(۲) دوسرا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جہاں احناف وشوافع اور شوافع ومالکیہ کی بے معنی آتش جنگ بجھ چکی ہے، وہیں اس دور میں "ظاہریت" اپنے اسی مزاج ومذاق کے ساتھ جو ابن حزم وغیرہ کی تحریروں سے ظاہر ہے، نئے لباس اور نئے پیکر میں رونما ہوئی ہے، یہ حضرات اپنے آپ کو اہلِ حدیث، سلفی، محمدی، اثری، مسلمین وغیرہ مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں؛ انھوں نے نماز سے متعلق چار پانچ مسائل، طلاق سے متعلق ایک مسئلہ اور طریقہ مصافحہ کو اپنی تمام علمی کاوشوں اور محنتوں کا محور بنا رکھا ہے اور اپنے گمان میں اسے

تبلیغ دین تصور کرتے ہیں؛ اس فرقہ نے اُمت کے سوادِ اعظم (وہ جما ؛ جس میں علمائے حق کی تعداد*یدہ ہو) اور سلفِ صالحین پ طعن وتشنیع اور فروعی مسائل پ مناظرہ ومجادلہ؛ نیز دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کا اس سے *یدہ+ ینطر i اختیار کر رکھا ہے، جو کسی زمانہ میں تنگ Ã مقلد عوام ای- دوسرے کے خلاف کیا کرتے تھے، فھداھم اللہ ووفقھم* لحق۔

یہ*بت بھی دلچسپ ہے کہ صغیر میں یہ غلو پسند فرقہ اپنی نسبت شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی اور عرب علماء سے کر ہے؛ حالا è شیخ نجدی نے خود اپنے آپ کو حنبلی قرار *یہ ہے اور عام عرب علماء ومحققین ایسی تنگ Ã ی اور تعصب میں مبتلا نہیں ہیں جو اس فرقہ کا امتیاز ہے، خود ہندوستان میں اس مکتبِ فکر کے رگوں نواب صدیق حسن خان، مولا ثناء اللہ امرتسری، مولا عبداللہ غزنوی وغیرہ کے یہاں اس طرح کا غلو نہیں ملتا، صغیر میں غیر مقلدین کی جونئ ± نشوونما پ رہی ہے افسوس کہ ان کی اکثر $ اس وقت اُمت میں تفریق وا رکی نقیب وت جمان بنی ہوئی ہے۔

(۳) سترھویں صدی کے انقلاب کے بعد سے + مسائل کی اX د، عالمی تعلقات میں قر $ اور مختلف ممالک کے درمیان* ہمی ارتباط (میل 5پ) میں اضافہ، تہذR اقدار میں تبد~ اور سیاسی ومعاشی Âم میں آنے والے تغیرات کے پسِ منظر میں جس تیزی سے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، بحمد للہ علماء اور ارب افتاء کی توجہ ان مسائل کے حل کی طرف مبذول ہوئی ہے، اس سے دوہرا فا+ ہ ہوا، ای- تو شریعت اسلامی کو اس وقت جس : مت کی ضرورت ہے، اہلِ علم کی صلاحیتیں اس : مت میں صرف ہو رہی ہے، دوسرے گذشتہ دو تین صدیوں سے کسی نئے علمی کام کے بجائے تفصیل کا اختصار اور اختصار کی تفصیل؛ نیز غیر اہم مسائل کی تحقیق اور فریق مخالف کے نقطÃ کو کمزور* $ کرنے پ جو کاوشیں ہو رہی تھیں، صحیح میدانِ عمل مہیا ہونے کی وجہ سے اب اس رویہ کی اصلاح ہوئی ہے۔

(۴) اس دور میں جو علمی کا* ے ا• م*پئے ہیں**یپ رہے ہیں، ان کو ہم چار حصوں میں تقسیم کر h ہیں:

1۔ اوّل فقہی مضامین کو دفعہ وار + قانونی کتابوں کے+ انپ مر$ کر کہ اس سے لوگوں کے

لیے استفادہ آسان ہوجا ئے ہے اور عدالتوں کے لیے یہ ب ت ممکن ہوتی ہے کہ وہ اس قانون کو اپنے لیے ر اہِ راہ بنائے، اس کی ابتداء **"مجلة الاحکام"** سے ہوئی حکومتِ عثما6 کی نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے، وزیر ا « ف کی صدارت میں اکا، فقہاء کی ای - کمیٹی تشکیل دی اور انھیں حکم دی کہ فقہ حنفی کے مطابق نکاح، تجارت اور تمام معا5ت کے احکام کو دفعہ وار مرتب کریں، 1285ھ مطابق 1869ء میں یہ کام شروع ہوا اور سات سال کی محنت کے بعد 1293ھ مطابق 1876ء میں یہ تکمیل کو پہنچا؛ پھر شعبان 1293ھ کو حکومت کے حکم سے اس کی تنفیذ عمل میں آئی، اس مجموعہ کے شروع میں فقہ، اس کی اقسام اور نوے قواعد پر مشتمل مقدمہ ہے، یہ مجموعہ سولہ مرا ی عنوا ت اور اس کے تحت مختلف ابواب پر مشتمل ہے، ہر ب کے شروع میں اس ب سے متعلق فقہی اصطلاحات ن کی گئی ہیں، کل دفعات (1851) ہیں، یہ مجموعہ فقہ حنفی کے راجح اقوال پر F ہے؛ البتہ بعض مسائل میں احوالِ زمانہ کی رعای$ کرتے ہوئے ضعیف اقوال کو بھی قبول کیا H ہے۔

اس کے بعد مختلف مسلم ممالک میں حکومت کی زیرنگرانی احوالِ شخصیہ سے متعلق مجموعہ قوا 2 کی M عمل میں آئی، یہ مجموعے کسی ای - فقہ پر F نہیں تھے؛ بلکہ ان میں مختلف مذاہب سے استفادہ کیا H تھا؛ لیکن + قسمتی کی ب ت یہ ہے کہ مختلف ممالک میں یورپ کے ا سے قانونِ شریعت میں قابلِ قبول تبدیلیاں کردی گئی ہیں، جیسے تعدادِ ازدواج کا مسئلہ، احکامِ طلاق، میراث میں مرد و عورت کے درمیان فرق، وغیرہ؛ اسی طرح مجموعہ قوا 2 کی M کی بہت ہی قابل قدر ا Đ ادی کوششیں بھی عمل میں آئی ہیں، اس سلسلہ میں **فقیہ محمد قدری پ شاہ** کی **"مرشد الحیر ان لمعرفة احوال الا K ن"** فقہ حنفی کے مطابق احوالِ شخصیہ، وقف اور معا5ت سے متعلق احکام پر مشتمل ہے اور جس کی دفعات (1045) ہیں، شیخ ابوزہرہ کی **"الاحوال الشخصی** (جس میں کسی ای - مذہب کی پ بندی نہیں کی گئی) اور شیخ احمد بن عبداللہ قاری کی **"مجلة الاحکام الشرعی علی مذہب الامام احمد بن m شیبانی"** (جو مجلة الاحکام کے طرز پر فقہ حنبلی کے نقطہ Ã سے معا5ت کے احکامات کا مجموعہ ہے، 2384 دفعات پر مشتمل ہے) نیز 0% م و سزا کے اسلامی قانون سے متعلق ڈاکٹر عبدالقادر عودہ شہید کی "التشریع الجنائی الاسلامی" (۲/ حصے، 984 دفعات) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، عالم عرب میں اس طرح کی اور بھی بہت سی کوششیں ہوئی ہیں، جس نے عام لوگوں کے لیے استفادہ کو آسان کر دی ہے۔

,. صغیر میں اس سلسلہ میں جو کوشش ہوئی ہیں ان میں ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صا # کی مجموعہ قوا 2 اسلام اور ہندوستان میں آل #* مسلم پ سنل لاء بورڈ کے ز یگرانی پ سنل لاء سے متعلق مجموعہ قوا 2 (جو غالباً ۶/ جلدوں پ مشتمل ہے) نہا$ اہم ہے، یہ دونوں مجموعےC دی طور پ فقہ حنفی کے لحاظ سے مر$ کئے گئے ہیں؛ البتہ بعض مسائل میں دوسرے د۔ ِ ن فقہ سے بھی استفادہ کیاH ہے؛ اسی سلسلہ کی ا- اہم کوشش اسلام کے عدالتی قوا 2 سے متعلق حضرت مولا* قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی اسلامی عدا } ہے جو 740 / دفعات پ مشتمل ہے اور اُردو ز* ن میں اس موضوع پ منفرد کتاب ہے، اس کا عربی ت جمہ بھی بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

(۵) اس دور میں قدیم کتابوں کی : مت میں بھی بعض نئے پہلو اختیار کئے گئے ہیں، جیسے مضامین کی فقہ بندی، تفصیلی فہر & سازی، تعلیق و تحقیق اور ا- اہم سلسلہ حروفِ تہجی کی ت M پ مضامین فہر & سازی کا بھی شروع ہوا ہے، جو کتاب سے مراجعت کرنے والوں کے لیے بہت ہی سہو } بخش ہے، چنانچہ احمد مہدی نے "ردالمحتار" کی، محمد اشقر نے "المغنی لابن قدامه" کی اور محمد منتصر کتانی نے "المحلی لابن حزم" کی ابجدی فہر & بنائی ہے؛ اسی طرح فقہ مالکی میں "الشرح الصغیر للدردیر" ابجدی فہر & کے ضمیمہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے، ان فہارس نے طویل کتابوں سے استفادہ اور مطلوبہ مضامین کے حصول کو آسان کر دی ہے، خاص کر جن کتابوں کو کمپیوٹر میں فہارس کے ساتھ محفوظ کر دیاH ہے، ان سے استفادہ مز± سہل ہوH ہے۔

موجودہ دور میں مختلف علوم کی K ئیکلوپیڈ* مر$ کرنے کا رجحان عالمی سطح پ اور ہر ز* ن میں ,ھ رہا ہے، بحمد للہ فقہ اسلامی میں بھی اس سلسلہ میں متعدد کوششیں کی گئی ہیں؛ چنانچہ # مشہور اسلامی مؤلف اور داعی ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی دمشق یونیورسٹی میں "کلیۃ الشریعۃ" کے صدر شعبہ بنے تو فقہ اسلامی کی "دائرۃ المعارف" کی ت M کا منصوبہ پیش کیا اور 1956 میں حکومتِ شام نے اسے منظور کرلیا، اس مقصد کے لیے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر احمد سمان، ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء ڈاکٹر معروف دوالیبی اور ڈاکٹر یوسف العش جیسے ممتاز اصحاب تحقیق پ مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی اور کام چار مراحل پ تقسیم کیاH، جن میں پہلا مرحلہ موسوعہ میں آنے والے فقہی

موضوعات کی تعیین و M تھی، افسوس کہ طویل عرصہ گذر جانے کے* . وجود اس کا پہلا مرحلہ ہی تشنہ تکمیل ہے۔
1958ء میں . # مصر وشام کا اتحاد ہوا تو مشترکہ طور پ مصر اور شام نے مل کر اس موسوعہ کی M
کا ذمہ لیا؛ لیکن یہ اتحاد جلد ہی 1961ء میں ٹوٹ H ؛ چنانچہ 1962ء میں حکومتِ مصر نے ازسرنو اس کی منصوبہ سازی کی اور ا ۔ مضحکہ خیز* ت یہ ہوئی کہ جمال عبد الناصر جیسے دین بیزار شخص کی طرف منسوب کر کے اس کا* م "موسوعۃ جمال عبد الناصر فی الفقہ الاسلامی" رکھ* H ، موسوعۃ کے لیے مقررہ یہ کمیٹی کام کر رہی ہے اور اب ۔ اس کی پندرہ سولہ جلدیں منظر عام پ آ چکی ہیں، اس موسوعۃ میں حنفیہ، مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور ظاہریہ کے علاوہ امامیہ، زیدیہ اور* . ضیہ فرقوں کے نقطۂ Ã کو بھی ضروری دلائل کے ساتھ بیان کیا H ہے اور اُصولِ فقہ اور قواعدِ فقہ کو بھی شامل رکھا H ہے۔

اسی طرح کی ا ۔ اور کوشش "جمعیۃ الدراسات الاسلامیہ قاھرہ" نے شیخ محمد ابوزہرہ کی صدارت میں شروع کی تھی، جس میں مذکورہ آٹھوں مذاہب کا نقطۂ Ã جمع کر* پیش Ã ہے؛ لیکن غالبًا یہ کوشش منظر عام پ نہیں آسکی ہے۔

اس سلسلہ کی & سے کامیاب اور نتیجہ خیز کوشش وزارتِ اوقاف کوی $ کی طرف سے ہوئی ہے، جس نے 1966ء میں "الموسوعۃ الفقہیہ" کے منصوبہ کو منظوری دی اور اس مقصد کے لیے فقہی موسوعہ کا تصور پیش کرنے والی پہلی شخصیت ڈاکٹر زرقاء کی : مات حاصل کیں، اس موسوعہ میں بھی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری، زیدی، اثناء , ی اور* ضی Õ ط Ã کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا H ہے، یہ عظیم الشان کام پینتالیس جلدوں میں مکمل ہو چکا ہے اور واقعہ ہے کہ اس موضوع پ ا ۔* ر [علمی کام ہوا ہے، جو یقیناً فقہ اسلامی کی K * 6 کا حصہ ہے، مقامِ مسرت ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی # * نے اس موسوعہ کو اُردو کا جامہ پہنا* ی ہے، * دمِ تحریر چالیس جلدوں کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور اس وقت نظرِ* نی اور مراجعت کے %0 ی مراحل میں ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اشا (کو آسان فرمائے اور اُردو د* کو اس عظیم علمی ذخیرہ کے ذریعہ شاد کام کرے۔

K ئیکلو پیڈ* ئی کاوشوں میں ڈاکٹر رواس قلعہ جی کو ہمیشہ* درکھا جائے گا کہ انھوں نے عہدِ صحابہ اور عہدِ* بعین کے ان فقہاء کی آراء کو یکجا، منضبط اور مر$ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، جن کے اقوال مختلف

کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے اور سلف کا ا- بہت.ٹ اعلمی اور فقہی ورثہ لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو* جارہا تھا، ڈاکٹر رواس نے الف* .ئی،"M سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حسن بصری اور ا. اہیم نخعی وغیرہ کی فقہ کو جمع کیا ہے اور اس طرح اہلِ علم کی نئی ± کو ابتدائی دور کے فقہاء کے اجتہادات سے مربوط کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، فجز اہم اللہ خیرالجزاء۔

(۷) اس عہد میں ا- بہتر رجحان نئے مسائل پ اجتماعی غور و فکر کا بھی پیدا ہوا ہے، جس میں مختلف فقہی مذاہب کے اہلِ علم سے استفادہ کیا جائے اور اس دور کی مشکلات کو حل کیا جائے؛ چنانچہ رابطہ عالم اسلامی کی مؤتمر منعقدہ مکہ) مہ 1384ھ میں "مجمع الفقہ الاسلامی" کے سلسلہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء نے نہا$ اہم تجوی. پیش کی، یہ تجوی. قبول کی گئی، مجمع کی تشکیل عمل میں آئی چنانچہ اب-- اس کے دسیوں اجلاس ہو چکے ہیں اور کئی درجن مسائل ز. بحث آچکے ہیں، ان ہی خطوط پ ژ* دہ وسعت کے ساتھ 1983ء میں . ہ (O.I.C) کے تحت فقہ اکیڈمی کی تشکیل ہوئی، جو اس وقت عالمی سطح پ & سے ژ*دہ* . وقار اور فعال اکیڈمی سمجھی جاتی ہے 2004ء-- اس اکیڈمی کے ۱۴/ سیمینار ہو چکے تھے اور اس میں 133 مسائل ز. بحث آچکے تھے، ان دونوں اکیڈیمیوں کے سمیناروں کی تجاوی. کا اُردو" جمہ اسلامک فقہ اکیڈمی #* سے شائع ہو چکا ہے؛ اسی طرح یوروپ میں "یوروپی افتاء ل کو± " قائم ہے، جس کا مرا. طا 6 ہے اور جس کے عالم اسلام میں اور بھی کئی ادارے ہیں جو خاص کر مسلمانوں کو درپیش .+ فقہی مسائل کو اجتماعی غور و فکر اور تبادلہ خیال کے ذریعہ حل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

ہندوستان کے علماء نے بھی اس سمت میں کوششیں کی ہیں، دارالعلوم+ وۃ العلماء نے مجلس تحقیقاتِ شرعیہ اور جمعیۃ علماءِ ہند نے "ادارۃ المبا # الفقہی'' کو اسی مقصد کے تحت قائم کیا تھا* پ کستان میں مولا* مفتی محمد شفیع صا # اور مولا* محمد یوسف بنوری وغیرہ نے "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" کی C درکھی تھی، ان مجالس نے وقتاً فوقتاً اجتماعات منعقد کئے ہیں اور متعدد مسائل پ تبادلہ خیال کیا H ہے؛ لیکن مسائل کی رفتار کے اعتبار سے کام آگے نہیں .ٹ ھ سکا؛ کیوè ان اداروں کی حیثیت ضمنی تھی اور جن تنظیموں اور اداروں کے تحت یہ رکھا H تھا، ان کے کام کا دا' ہ خود بہت وسیع ہے۔

اسی پس منظر میں 1989 میں حضرت مولا* قاضی مجاہد الاسلامی قاسمی نے اسلامک فقہ اکیڈمی کی C یدرکھی، اکیڈمی نے اب -- 15 سیمینار کیئے ہیں اوران سیمیناروں میں پچاس سے ژ یدہ مسائل زیر بحث آئے ہیں، ان سیمیناروں میں پیش کیئے جانے والے مقالات کی 20 سے ژ یدہ ضخیم جلدیں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں، اس کے علاوہ فقہی تحقیق اورنئ ± کو صحیح خطوط پر M. کے سلسلہ میں اکیڈمی نے نہای$ اہم اور *. قابل فراموش : مات ا• م دی ہیں۔

(۸) اس عہد سے پہلے عام طور پر فقہی ذخیرہ عربی ژ ن ہی میں ہوا کر* تھا* یچند کتابیں فارسی ژ ن میں لکھی گئی تھیں؛ لیکن موجودہ عہد میں فقہ کے عربی ذخیرہ کو اُردو اور دوسری ژ نوں میں منتقل کرنے کا ذوق پیدا ہوا اور مختلف علاقائی اور عالمی ژ نوں میں فقہ کے موضوع پر* یتو- جمے کئے گئے* یمستقل طور پر کتابیں لکھی گئیں، ان ژ نوں میں اُردو* ن کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے اور یہ ای- حقیقت ہے کہ اس وقت اُردو ژ ن میں علوم اسلامی اور فقہ کا جتنا ٰ ا ذخیرہ موجود ہے، عربی ژ ن کے سوا کسی اور ژ ن میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے؛ بلکہ بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ عربی وانگریزی میں بھی ان کے- جمے ہوئے اور انھیں قبول عام و خاص حاصل ہوا، ان میں اُصولِ فقہ* ریخ فقہ، قواعدِ فقہ، فقہ کے تمام ابواب کو جامع اور فقہ کے کسی ای-* ب نیز فقہ حنفی، فقہ شافعی اور فقہ Ë سے متعلق ہر طرح کی کتابیں موجود ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ بہت سی کتابیں* یب ہوجانے* یان -- رسائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹ بھی گئی ہوں گی؛ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ اس موضوع پر اُردو* ن میں کم وبیش ڈیڑھ ہزار* لیفات موجود ہیں اور یقیناً یہ اُردو ژ ن کی بڑی سعادت اور اس کے لیے تمغہ افتخار ہے، 2000ء -- کے جائزہ کے مطابق 1247 کتابیں موجود ہیں۔

بہر حال بعض حضرات ہر زمانے میں ایسے رہے جو قرآن وحدی$ کے علوم میں ماہر، فہم وبصیرت میں اعلی، تقویٰ اور طہارت میں فائق اور حافظہ وذکاوت میں اوقع تھے لوگ ان ہی سے مسائل معلوم کرکے عمل کرتے اور اپنی فہم وبصیرت پر* لکل اعتماد نہیں کرتے اور اگر ہر کوئی خود ہی اپنے مسئلہ کو قرآن وحدی$ میں تلاش کرنے لگے تو گو* یا ایسا ہی ہوجائے گا جیسے کہ ہر شخص اپنے مرض کا علاج خود ہی طبی کتابوں میں تلاش

کرلے ڈاکٹر وغیرہ کی اس کوضرورت ہی نہیں اگر ایسا ہوا تو کیا ہر مریض اپنے مرض کا علاج ان کتابوں میں تلاش کر پائے گا؟ بلکل اسی طرح دینی وشرعی مسئلہ کو سمجھیں کہ اس کا حل ہر کوئی نہیں کرسکتا۔

بہرحال جو لوگ قرآن وحدیث کو مکمل طور پر سمجھے ہیں اور اپنی مکمل زندگی کو مسائل کے حل کرنے اور قرآن وحدیث کے مطابق اس کو ڈھالنے میں وقف کردیا اور ہر مسئلہ کا جواب قرآن وحدیث اور اس کے مطابق اصول کی روشنی میں بتایا ان میں مقبول چار حضرات کے مکاتب فکر ہوئے ہیں جن کے نام یہ ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل، ان حضرات کے بعد ان کے شاگرد حضرات ہر ایک کا مسئلہ قرآن وحدیث اور ان حضرات کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق بتلایا کرتے تھے اسی طرح یہی معمول اب تک ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا (انشاء اللہ)۔

فقہ اسلامی کے مصادر

چوèاسلامی نقطۂÃ سے قانون کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ* پ ک ہے، اس لیے تمام قوا 2 کا رشتہ بہرحال اللہ تعالیٰ ہی سے ہے؛ البتہ بعض احکام کی نسبت صراحتاً اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہے اور بعض احکام قرآن وحدیﷺ سے*ٴ .$ ہونے والے اصول وقواعد کی روشنی میں اہلِ علم نے استنباط کیے ہیں، ان کی بھی* لواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جاسکتی ہے، فرق یہ ہے کہ پہلا ذریعہ معصوم ہے؛ اگر قرآن وحدیﷺ سے اس کا ثبوت یقینی ہوتو اس میں غلطی کا احتمال نہیں اور دوسرا ذریعہ معصوم نہیں؛ کیوèاس میںKاِ نی اجتھاد کو دخل ہے اورKاِ ن کی سوچ غلط بھی ہوسکتی ہے، اس طرح فقہ اسلامی کے مصادر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱)Àص (۲)اجتہاد کے دوسرے مسائل۔

1۔منصوص مصادر

فقہ اسلامی کے منصوص مصادر چار ہیں:

(۱) کتاب اللہ

(۲) Ł رسول اللہ

(۳)شرائع ماقبل

(۴)جن مسائل میں اجتھاد کی گنجائش نہ ہوان میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے*ٴ ر۔

اول۔کتاب اللہ

کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے، جو بے کم وکا & محفوظ ہے اور قیامت -- رہے گا، قرآن مجید میں فقہی احکام سے متعلق*ٴ یت کی تعداد لوگوں نے دوڈھائی سو سے لیکر* پنچ سو- لکھی ہے* پنچ سو کی تعداد اس لحاظ سے ہوسکتی ہے کہ قرآن سے*ٴ .$ ہونے والے صریح احکام کے علاوہ اصولی احکام کو بھی شامل کرلیا

جائے، 5جیون نے تفسیرات احمدیہ میں اسی اصول پ* یت کا انتخاب کیا ہے، جن کی تعداد 462 ہے۔ شیخ عبدالوہاب خلاف نے عبادات کے علاوہ دوسرے مسائل سے متعلق* یت کی تعداد اس طرح لکھی ہے:

عائلی قوا 2 (70) قانون شہری$ (70)

احکام%م وسزا (301) عدالتی قوا 2 (13)

دستوری قوا 2 (10) اقتصادی قوا 2 (10)

قومی وبین قومی قوا 2 (25)

(علم اصول الفقہ للخلاف، صفحہ نمبر 31)

فقہی احکام کی اہمیت اور عملی ز+ گی سے اس کے تعلق کی وجہ سے بہت سے اہل علم نے* یت احکام کی تفسیر کا اہتمام کیا ہے، ان میں اہم کتابیں اس طرح ہیں:

احکام القرآن: امام ابوبکر حصاص رازی، متوفی: 370ھ

احکام القرآن: ابوبکر احمد بیہقی، متوفی: 458ھ

احکام القرآن: ابوبکر محمد بن عربی، متوفی: 543ھ

تفسیرات احمدیہ: 5احمد جیون، متوفی: 1130ھ

نیل المرام من تفسیر* یت الاحکام: نواب صدیق حسن خان، متوفی: 1307ھ

احکام القرآن: مو‡• ظفر احمد عثمانی، مو‡• ادریس کا+ ھلوی اور مفتی شفیع صا # عثمانی کی مشترکہ کوششوں سے مو‡• اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی ز یگرانی مر$ ہوا ہے، جو اپنے موضوع پ بہت مفصل اور جامع مجموعہ ہے۔

روائع البیان فی تفسیر* یت الاحکام من القرآن: شیخ محمد علی صابونی

تفسیر* یت الاحکام: محمد علی السائس، عبداللطیف السبکی، محمد ا. اہیم محمد کرشون

ان کے علاوہ علامہ ابوعبداللہ محمد قرطبی متوفی 670ھ کی الجامع لاحکام القرآن اور مو‡• قاضی ثناء اللہ* پانی پتی متوفی: 1225ھ کی التفسیر المظہری اگر چہ پورے قرآن کی تفسیر ہے، لیکن اس پ فقہی ر- غا)

ہےاورقرآن کےفقہی احکام پر بہت شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔

دوم۔ سنت رسول

احکامِ شرعیہ کا دوسرا ماخذ سنت رسول ہے، سنت رسول سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپ کا عمل نیز وہ قول وفعل ہے جو آپ کے سامنے کیا گیا ہو اور آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی ہو، سنت کے حجت ہونے پر امت کا اجماع واتفاق ہے؛ کیونکہ قرآن مجید میں کثرت سے مستقل طور پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا گیا کہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے، "مَن يطِعِ الرسول فقد اطاع الله" (النسا:80) نیز اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

وما اتكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا (الحشر:۷)

رسول جو کچھ لائے اسے قبول کرو اور جس سے منع کردے اس سے رک جاؤ۔

نیز سنت رسول اصل میں قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح ہے؛ اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں تین طرح کی ہیں، یا تو قرآن میں جو حکم ہے وہی سنت رسول میں بھی ہے، یا قرآن میں کوئی حکم مجمل ہے اور سنت نے اس کو واضح کردیا ہے، یا قرآن مجید اس سلسلہ میں خاموش ہے اور سنت کے ذریعہ اس صورت کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

(الرسالہ:91، باب ما ابان اللہ لخلقہ من فرضہ علی رسولہ اتباع اوحی اللہ)

لیکن غور کیا جائے تو یہ صورت بھی قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصولوں کے دائرہ میں آتی ہے، گویا قرآن نے ایک اصول بیان کردیا اور سنت کے ذریعہ اس کی تطبیق اور عملی صورتگری سامنے آگئی؛ اس لیے امام اوزاعی نے فرمایا کہ بیان وضاحت اور فہم مراد کے اعتبار سے قرآن کو حدیث کی حاجت زیادہ ہے، بمقابلہ اس حاجت کے جو حدیث کو قرآن کی ہے۔

جو احادیث احکامِ فقہیہ سے متعلق ہیں ان کی تعداد تقریباً سات آٹھ ہزار ہے، کتبِ احادیث میں چونکہ مختلف سندوں سے آنے والی روایتوں کو مختلف حدیث شمار کرلیا جاتا ہے اس لیے ان کی تعداد زیادہ معلوم

ہوتی ہے، لیکن) رات کو چھوڑ کر اصل مضمون اور متن کے اعتبار سے احادیثِ احکام کی تعداد سات آٹھ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی، جن مصنفین نے ایسی حدیثوں کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے ان میں ہمارے علم کے مطابق مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب ''اعلاء السنن'' & سے زیادہ جامع ہے، انہوں نے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں یہ کام انجام دیا اور احادیث احکام کو بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے، اس میں احادیث و آثار کی مجموعی تعداد چھ ہزار ایک سو بارہ ہے؛ جبکہ دوسری کتابیں جو اس موضوع پر ہیں ان میں اس سے بہت کم تعداد ہیں۔

احادیثِ احکام سے متعلق کتابیں اسی طرح کی ہیں، ایک وہ جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں؛ لیکن احادیثِ احکام کی بھی ایک بڑی تعداد اس میں شامل ہے، چاہے اس کی ترتیب فقہی ہو یا نہ ہو، فقہی ترتیب پر جو کتابیں ہوں ان کو سنن کہا جاتا ہے؛ ایسی کتابیں جو سنن نہیں ہیں؛ لیکن ان میں احکام سے متعلق حدیثیں بکثرت ہیں وہ بہت ہیں؛ لیکن ان میں مشہور اور اہم کتابیں یہ ہیں:

بخاری شریف: امام محمد بن اسماعیل متوفی: 256ھ

مسند ابوداود: امام سلیمان بن داود طیالسی، متوفی: 204ھ

مسلم شریف: امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، متوفی: 261ھ

المعجم الکبیر: امام ابوقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی: 360ھ

صحیح ابن خزیمہ: امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی: 311ھ

المعجم الاوسط: امام ابوقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی: 360ھ

مسند امام احمد بن حنبل: امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی: 241ھ

المعجم الصغیر: امام ابوقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی: 360ھ

مسند بزار: امام ابوبکر احمد بن عمرو بن بزار، متوفی: 292ھ

مستدرک حاکم: امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی 405ھ

جو کتب احادی$ فقہی تM پر جمع کی گئی ہیں، ان میں سے اہم کتابیں یہ ہیں:

موطا امام مالک: امام مالک بن انس، متوفی: 179ھ

موطا امام محمد: امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی: 189ھ

کتاب الآثار: امام یعقوب ابو یوسف، متوفی: 182ھ

کتاب الآثار: امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی: 189ھ

مصنف ابن ابی شیبہ: ابو بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ کوفی، متوفی: 235ھ

مصنف عبدالرزاق: ابو بکر عبدالرزاق صنعانی، متوفی: 211ھ

سنن ترمذی: امام محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی، متوفی: 279ھ

سنن ابوداود: ابوداود سلیمان سجستانی، متوفی: 275ھ

سنن Kئی: ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی Kئی، متوفی: 215ھ

سنن دارمی: امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، متوفی: 255ھ

سنن ابن ماجہ: امام محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی، متوفی: 273ھ

سنن دارقطنی: علی بن عمر دارقطنی، متوفی: 285ھ

سنن بیہقی: حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی: 458ھ

کچھ کتابیں وہ ہیں جن کے مصنفین نے کتب احادی$ کی روایت کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور ان میں احادی$ احکام کا بہت بڑا حصہ آگیا ہے؛ اس سلسلہ میں درج ذیل کتابیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

جامع الاصول من احادیث الرسول:

یہ کتاب علامہ ابن اثیر کی ہے، جس میں بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، Kئی اور موطا امام مالک کی

احادیث کوجمع کیاگیا ہے۔

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

یہ حافظ علی بن ابی بکر ہیثمی کی تالیف ہے، جس میں انہوں نے مسند احمد، مسند ابویعلی موصلی، مسند بزار اور طبرانی کی تینوں معاجم کی ان زائد احادیث کوجمع کیا ہے جوصحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں اورضعیف احادیث کے درجہ اور مقام کوواضح کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے، اس طرح اس میں احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔

الجامع الصغیر من احادیث البشیر النذیر:

یہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ کی تالیف ہے، جس میں انہوں نے (۱۰۱۳۱) حدیثیں سند کو حذف کرکے حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کی ہیں اور ہر حدیث پر حدیث کے درجہ کی طرف رمزیہ الفاظ کے ذریعہ اشارہ بھی کیا ہے، پھر جوحدیثیں اس میں باقی رہ گئیں ان کوالفتح الکبیر کے نام سے جمع فرمایا، البتہ اس میں درجہ کی طرف اشارہ نہیں کیاگیا ہے، واقعہ ہے کہ ہر طرح کی حدیثوں کا یہ بہت بڑا ذخیرہ ہے؛ پھراس کی ترتیب دی علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے الجامع الکبیر مرتب کی، جس میں قولی احادیث کی ترتیب حروفِ تہجی پر ہےاور فعلی احادیث کی ترتیب صحابہ کے نام پر ہے۔

جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد:

یہ محمد بن سلیمان مغربی کی تالیف ہے، جنہوں نے علامہ ابن اثیر کی جامع الاصول اور علامہ ہیثمی کی مجمع الزوائد کی احادیث کوجمع کرنے کے علاوہ سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی کی ان زائد احادیث کوبھی شامل کرلیا ہے جوصحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں، اس کتاب میں حدیث کی چودہ اہم کتابوں کی احادیث یکجا ہوگئی ہیں اور اس طرح یہ کتاب احادیثِ نبوی کا عظیم انسائیکلوپیڈیا بن گئی ہے۔

کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال:

یہ علامہ علاء الدین علی متقی ہندی کی تالیف ہے، آپ رحمہ اللہ علیہ نے پورے ذخیرہ احادیث کو

موضوعات کی ترتیب پر مرتب فرمایا ہے، یہ کتاب اس وقت احادیث کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے جو ۴۲۲۶۴/ احادیث وآثار پر مشتمل ہے۔

بعد کے اہلِ علم نے کتبِ احادیث سے سند کو حذف کر کے صرف احادیث احکام کو جمع کرنے کی سعی کی ہے، اس سلسلے میں درج ذیل کتب اہم ہیں:

الاحکام:عبدالغنی مقدسی

عمدة الاحکام من سیدالانام :عبدالغنی مقدسی

الالمام لاحاد یث الاحکام:ابن دقیق العبد

المنتقی فی الاحکام:عبدالسلام بن عبدالله بن تیمیه حرانی

بلوغ المرام من ادلة الاحکام:حافظ ابن حجر عسقلانی

آثارالسنن:علامه ظهیراحسن شوق نیمومی

اعلاء السنن:مولانا ظفراحمد عثمانی رحمه الله علیه

اس کے علاوہ احادیث احکام کا بہت بڑا حصہ ان کتابوں میں بھی آگیا ہے جن میں کسی فقہی کتاب کی مرویات کی تخریج کی گئی ہے، اس سلسلہ میں یہ کتابیں نہایت اہم اور احادیث احکام سے متعلق فنی مباحث کی جامع ہیں:

"نصب الرایه لاحادیث الهدایه،

الدرایه فی تخریج احادیث الهدایه، التلخیص الحبیر

البدرالمنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقع? فی الشرح الکبیر"۔

احادیث احکام کے سلسلے میں دواور متیں قابل ذکر ہیں: ا- وہ جو مسند احمد بن حنبل پر کی گئی ہے، مسند احمد بن حنبل 27634 احادیث پر مشتمل ہے، جو زیادہ تر صحیح اور حسن کے درجہ کی ہیں؛ چونکہ اس کی ترتیب صحابہ کے ناموں پر ہے، اس لیے اس سے احادیثِ احکام کا نکالنا بہت دشوار کام تھا، علامہ احمد بن

عبدالرحمٰن البنانے الفتح الرٌ نی کےٴ م سے اس کتاب کی مرٌتیت کوفقہی "M, پ جمع کیا ہے اوراس کی نہا $
عمدہ اوربصیرت افروزشرح بھی کی ہے، اس : مت نے اہلِ علم کے لیے مسند احمد سے استفادہ کو آسان کرٌ ی
ہے، حدی$ کی اہم : مات میں ا ی۔ صحیح ابن حبان بھی ہے، جو کتبِ حدی$ کی عام "M سے مختلف ہے، اس
لیے اس سے استفادہ دشوار تھا؛ چنانچہ کمال یوسف الحوت نے "الاحسان بتر M صحیح ابن حبان" کےٴ م سے
موضوع وار احادی$ کو مر$ کیا ہے اور اس طرح فقہی موضوعات, پ بھی اس کتاب سے استفادہ آسان ہH ی
ہے۔

یہٌ ت قابلِ ذکر ہے کہ احکامِ شرعیہ میں عبادات اور حدود کا غا), "ین حصہ احادی$ ہی پF ہے،
اس لیے فقہ اسلامی کے مصادر میں حدی$ کو خاص اہمیت حاصل ہے اور اس سلسلہ میں محدثین نے جو سعی بے
**پ یں کی ہے، مذاہب کی* ریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

مز± تفصیل کے لیے دیکھئے "حدی$ کی تشریعی حیثیت" "حدی$ رسول اور فقہ اسلامی"
اور "ضعیفِ حدی$ اور قوت استدلال"۔

سوم: آ* رِ صحابہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دین کو. اہ را & حضرات صحابہ نے حاصل کیا ہے اور انہی کے
واسطہ سے یہ دین پوری امت "۔ پہنچا ہے، صحابہ & کے & عادل، معتبر، : ا" س اور مخلص تھے؛ لہٰذا ان
کے اقوال اور آراء کی خاص اہمیت ہے، بعض مسائل تو ایسے ہیں جن میں رائے اور اجتہاد کی گنجائش ہے اور
بعض مسائل وہ ہیں جسے کوئی شخص اپنے اجتہاد سے ا: نہیں کرسکتا، بلکہ لازماً ان کیC ی دقرآن وحدی$ ہی
,پ ہوگی، اس دوسرے قسم کے مسائل میں صحابہ کی رائے احناف و مالکیہ کے ٴ د ی۔ حجت اور دلیل ہے، اس لیے
کہ ان کی رائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کسی* ت, پ ہیF ہوگی، گوٴ ی یہ بھی حدی$ ہی کے درجہ میں
ہے، آ* رِ صحابہ کےÜ کرنے کاٌ ی دہ اہتمام مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں کیاH ی ہے اور
موجودہ دور میں اس سلسلہ کی بہت قابلِ قدر : مت ابوعبداللہ سید بن کسروری نے کی ہے کہ انہوں نے اپنے

علم ودا a کے مطابق تمام ؔ رصحابہ کو "موسوعہ ؔ رالصحابہ " کےؔ م سے تین جلدوں میں جمع کرؔ یہ ہے، جس میں 9195 ؔ ر ہیں، ؔ رصحابہ حدیؔ ہی میں داخل ہیں، ؔ رصحابہ کی مزؔ تفصیل کے لیے دیکھئے "فقہ اسلامی میں اقوال صحابہ کا مقام"۔

چہارم: شرائع ماقبل

تمام پیغمبروں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو دین بھیجا ہے وہ ای ہی دین ہے، اعتقادی اور اخلاقی احکام میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ؔ جاؔ ہے؛ اس لیے کہ اس کا سرچشمہ ای ہی ذات ہے اور اؔ عقیدہ واخلاق کی ہدایؔ میں کوئی فرق ؔ جاؔ ہو تو یقینی طور پہ یہ ؔ نی تحرd ت اور آمیزش کا نتیجہ ہے؛ البتہ "عملی ؔ گی" کے احکام جو فقہ کا اصل موضوع ہے، مختلف شریعتوں میں مختلف رہے ہیں؛ کیوؔ نی تمدن کے مرحلہ بہ مرحلہ ارتقاء کا تقاضہ یہی تھا، پہلی قسم کے احکام کےؔ رے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"شرع لکم من الدین ماوصیٰ بہ نوحاوالذی اوصینا الیك وماوصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیمواالدین ولا تتفرقوا فیہ۔ (الشوریٰ: ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم ؔ یہ تھا اور جس کو ہم نے آپ کےؔ پس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ا. اہیم وموسی (علیہما السلام) کو (مع ان ؔ کے اتباع کے) حکم ؔ یہ تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

اور دوسری قسم کے احکام کےؔ رے میں ارشاد ہے:

"لکل جعلنا منکم شرعة ومنھاجا (المائدہ: ۸٤)

تم میں سے ہر ای کے لیے ہم نے ای (خاص) شریعت اور راہ رکھی ہے۔

اس پس منظر میں سوال پیدا ہوؔ ہے کہ گذشتہ شریعتوں کے احکام کی کیا حیثیت ہوگی، اس سلسلہ میں اہل علم نے جو گفتگو کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی کتابوں میں جو احکام آئے ہیں وہ چار طرح کے ہیں:

اول وہ احکام جن کا قرآن وحدیؔ میں کوئی ذکر نہیں ہےؔ لاتفاق اس امت میں وہ احکام قابل

عمل نہیں ہیں۔

دوسرے وہ احکام جن کا قرآن وحدی$ میں ذکر*ی ہے اور یہ*. ت بھی واضح کردی گئی ہے کہ یہ حکم سابقہ امت کے لیے تھا، اس امت میں یہ حکم*. قی نہیں بلکہ منسوخ ہو چکا ہے، اس کے*. رے میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ امت محمدیہ میں اس حکم پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

تیسرے وہ احکام ہیں جو قرآن وحدی$ میں وارد ہوئے ہیں اور یہ بھی بتا*یHا کہ یہ احکام اس امت کے لیے بھی ہیں*. لاتفاق اس شریعت میں بھی ان احکام پر عمل کیا جائے گا۔

چوتھے وہ احکام ہیں جن کو قرآن وحدی$ نے پچھلی قوموں کی نسبت سے بیان کیا ہے؛ لیکن اس *. ت کی وضا# نہیں کی گئی ہے کہ اس امت کے لیے یہ حکم*. قی ہے*یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دوÃ یہ ہیں، ای- تو یہ ہے کہ اس امت کے لیے بھی یہ حکم*. قی ہے، احناف اسی کے قائل ہیں اور دوسراÃ یہ یہ ہے کہ اس امت کے لیے یہ حکم*. قی نہیں (الاحکام للآمدی) لیکن یہ اختلاف عملی اعتبار سے*زیادہ اہم نہیں ہے؛ کیوèعملاً شا+ی ہی کسی مسئلہ میں اس کی وجہ سے اختلاف رہا ہو، شرائع ماقبل جو منسوخ نہیں ہوئی ہیں وہ کتاب اللہ میں داخل ہیں، شرائع ماقبل کی مز+ی تفصیل کے لیے دیکھئے "فقہ اسلامی میں سابقہ شریعت کا مقام"۔

غیر منصوص مصادر

اول: اجماع

جن شرعی دلائل کا ما:: Ki نی اجتھاد ہے ان میں & سے قوی اجماع ہے' اجماع سے مراد کسی رائےپ رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امت کے مجتہدین کا متفق ہو جا· کیوè رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فر*ا: لاتجمع امتی علی الضلالة (داود، ترمذی) کہمیر ی امت کسی غلط* ت پ متفق نہیں ہو سکتی؛ گو* امت کے افراد کے Đادی اجتھاد میں تو خطا کا احتمال ہے، لیکن اجتماعی حیثیت میں وہ معصوم ہیں اور کسی غلط* ت پ متفق نہیں ہو h ۔

اجماعی احکام میں کچھ تو وہ ہیں جن کی C داحاد $ پ ہے، یعنی اے حکم خبر واحد سے* $ ہوا اور بعد کو تمام فقہاء اس پ متفق ہو گئے، اس طرح اس مسئلہ پ اجماع منعقد ہH اور اجماع کی وجہ سے اس حکم نے قطعی اور یقینی حکم کا درجہ حاصل کر لیا اور کچھ احکام وہ ہیں جن کی C دقیاس و مصلحت پ ہے اور اس میں اجتھاد اور اے سے ز* دہ نقطÃ کی گنجائش ہے، اس طرح کے احکام میں ز* دہ ت اجماع کا انعقاد عہدِ صحابہ میں ہوا ہے، کیوè اس عہد میں تمام مجتہدین کی آراء سے واقف ہو* آسان تھا، خاص کر سی* عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اجتماعی غور وفکر اور شورائی اجتھاد کا خاص ذوق » فر*ا تھا، اس لیے ان کے عہد میں نسبتاً ز* دہ اجماع منعقد ہوئے۔

اجماعی احکام پ اہم* لیف علامہ ابن منذر متوفی: 318ھ کی "**کتاب الاجماع**" ہے، جس میں 765 اجماعی مسائل کا ذکر* ہے، اس سلسلہ میں اے اہم: مت اس دور میں سعدی ابو حبیب نے کی ہے اور "**موسوعة الاجماع**" کے* م سے تمام اجماعی احکام کا احاطہ کرنے کی سعی کی ہے، اس کتاب میں 1304 اجماعی مسائل ذکر کیے گئے ہیں، یہ کتابیں ان معترضین کی ت+ کرتی ہیں جن کے ·دے اجماع کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ عملاً اجماعی مسائل کا وجود نہیں، اجماع کے* رے میں مز+ تفصیل کے لیے دیکھئے "**اجماع امت، فقہ اسلامی کا تیسرا ما::**"۔

دوم: قیاس

غیر منصوص مصادر میں سے ای- قیاس بھی ہے، قیاس کے اصل معنی ای- چیز کو دوسری چیز کے.. ا.
کرنے کے ہیں، کسی مسئلہ کے سلسلے میں قرآن وحدیث کی صرا # موجود نہ ہو؛ لیکن قرآن وحدیث میں اس سے ملتا جلتا کوئی مسئلہ موجود ہو اور اس مسئلہ میں اللہ اور رسول کے حکم کی جو وجہ ہوسکتی ہو وہ اس مسئلہ میں بھی موجود ہو؛ چنانچہ یہاں بھی وہی حکم لگا* جائے، اس کو قیاس کہتے ہیں، غور کیا جائے تو قیاس قرآن وحدیث کے مقابلہ میں دی جانے والی رائے نہیں ہے؛ بلکہ قیاس کے ذریعہ قرآن وحدیث کے حکم کے دا ہ کو وسیع کیا جا* ہے۔

جن مسائل کی. $ نص موجود نہ ہو ان میں قیاس پر عمل کیا جائے گا، یہ*. ت تقریباً متفق علیہ ہے، شرعی دلیلوں میں قیاس کو چوتھے درجہ پر رکھاH ہے؛ لیکن حدیث وقیاس یہ دونوں ایسے مصادر ہیں جن سے بیشتر فقہی احکام متعلق ہیں اور معا5ت کے احکام کیC دتو.ڑی حد- قیاس ہی پر ہے؛ اس لحاظ سے یہ نہایت اہم ما: ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے **"قیاس، حقیقت وضرورت"**۔

دوسرے دلائل

ان دونوں کے علاوہ کچھ اور غیر منصوص مصادر ہیں جن سے وقتاً فوقتاً فقہ اسلامی میں مدد لی جاتی ہے، مثلاً:

سوم: استحسان

استحسان کی بہت ساری تعرdت ہیں:

۱۔عوام اور خواص کی سہو } اور را # کی وجہ سے قیاس جلی کو ت ک کرد* اور مستحسن کو اختیار کر* ۔(الجوہر۱۱۳ج۲)

۲۔قوی قیاس کے مقابلہ میں ظاہری قیاس کو چھوڑ دینے کا* م استحسان ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے **"استحسان" اور "فقہ اسلامی"**۔

مثالیں: (۱)روزہ کی حا } میں بھول کر کچھ کھا پی لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا قیاس کی رو سے روزہ ختم ہوجا* چاہئے1 حدی$ شریف میں موجود ہے:

من نسی و ھو صائم فا کل او شرب فلیتم صو مه فانما اطعمه الله و سقاه(متفق علیه)

جس نے بھول کر روزے میں کچھ کھا پی لیا وہ روزہ پورا کرے اس کو اللہ ہی نے کھلا* یپلا* یا ہے۔

اس جگہ قیاس حدی$ کے معارض ہے اس لئے روزہ کے نہ ٹوٹنے کا حکم* دی ہے۔

(۲) یہ کہ کوئی چیز کار V وں سے بنوائی اور قیمت پیشگی طے کر لی جیسا کہ آج کل بکثرت ہو* ہے لیکن استحساناً اجماع کی وجہ سے اس کو جا* قرار* دی ہے حالا è قیاس یہ چاہتا ہے کہ* جا* ہو۔

(۳) یہ کہ* پ ک کنواں* ی حوض کی دیواریں ڈول رسی بیچنے والوں کے ہاتھ کنویں سے ا%0ی ڈول نکالنے کے بعد از خود استحساناً* پ ک رہیں گے کیوں کہ* پ ک قرار دینے میں حرج شد* ہے۔

چہارم: مصالح مرسلہ

کتاب و سنۃ میں جن مصلحتوں کے معتبر ہونے کی صرا # ہے اور نہ* معتبر ہونے کی، ان کو مصالح مرسلہ کہتے ہیں؛ اگر یہ شریعت کے مزاج اور عمومی ہدا* یت سے ہم آہنگ ہوں تو معتبر ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے "مصالح مرسلہ اور فقہ اسلامی"۔

مثالیں: قرآن کریم کو مصحف کی شکل میں جمع کر* ۔شرابی کے لئے اسّی کوڑے۔ کار V سے کوئی چیز ضائع ہوجائے تو اس کا* وان دینا ہوگا۔

پنجم: استصحاب

گذشتہ زمانہ میں کسی امر کے* .$ ہونے کی وجہ سے موجودہ* ی آئندہ میں بھی اس کو موجود ہی ما* جائے تو اس کو اصطلاح میں استصحاب کہتے ہیں، تفصیل کے لیے دیکھئے "استصحاب اور فقہ اسلامی"۔

استصحاب کی تعریف

استصحاب* ب استفعال کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں ساتھی بنا* ، کسی کو ساتھ رہنے کی دعوت دینا۔

(المعجم الوسیط مادہ:ص ح ب)

اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی حکم کوحسبِ حال بحال ر p کواستصحاب کہا جا* ہے، متعدد فقہاء نے مختلف الفاظ میں اس کی تعریف کی ہے؛ چنانچہ اصولِ فقہ کی شہرہ آفاق کتاب " کشف الاسرار" میں ہے: حال میں کسی چیز کے ثبوت کا حکم محض اس بنا پ لگا* کہ وہ چیز ماضی میں موجود تھی۔ (کشف الاسرار:۳/۶۶۲)

علامہ قرافی اس طرح رقمطراز ہیں:

"و معناه ان ماثبت فی الزمان الماضی فاصل بقاء فی الزمن المستقبل"۔(البحر المحیط فی اصول الفقه،استصحاب الحال،٤/٣٢٢،انوارالبروق فی انواع الفروق،الفرق بین قاعد ? الانشا والخبر ١/٦٨)

, ت جمہ: یعنی جو چیز زمانہ ماضی میں* .$ ہواس کومستقبل میں* . قی رکھنا ہی اصل (ضابطہ) ہے۔

ان تمام تعر d ت کا حاصل یہی ہے کہ کسی چیز کا وجو*ِ عدم زمانہ ماضی میں* .$ تھا تواب زمانہ حال اور مستقبل میں اس چیز کواپنی حا) ,پ ہی. قرار کھا جائیگا، . # -- کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہوجائے، مثلاً ا ۓ شخص نے کوئی چ%ِ* یا اسے وہ چیز ہدیہ میں ملی* کوئی اور طر j سے وہ اس چیز کا مالک بن Hِ، تواب فی الحال اور مستقبل میں وہ چیز استصحاب کی وجہ سے اسی کی ملکیت متصور ہوگی، . # -- کہ کوئی ایسی دلیل واضح ہوکر سامنے نہ آجائے جواس کی ملکیت کے ختم ہوجانے کو یقینی بنادے، محض اس احتمال سے کہ اس نے اس چیز کوفرو # کر* ہوگا* کسی کو ہبہ کر* ہوگا، اس کی ملکیت ختم نہیں ہوگی؛ البتہ اس* .ت ,پ بینہ قائم ہوجائے کہ اس نے اس چیز کوفرو # کر* ہے* ہبہ کر* ہے تواس یقین کی وجہ سے یہ چیز اس کی ملکیت سے نکل جائیگی اور استصحاب ,پ عمل نہیں ہوگا۔ (آئس الاصول:۹/۴۰۲۴)

اسی طرح کسی شخص کے متعلق مشاہدہ سے معلوم تھا کہ وہ گذشتہ زمانہ میں* . حیات تھا، چندسال *ِ چند ماہ گذرنے کے بعد محض فوت ہونے کا احتمال اس* .ت کے لیے کافی نہیں کہ اس کومردہ تصور کیا جائے؛ بلکہ . # -- کوئی واضح دلیل سامنے نہ آجائے اس کو* . حیات ہی سمجھا جائے گا؛ اسی طرح ا ۓ چیز شرعاً حلال

ہے تو مستقبل میں بھی اس کو حلال ہی تصور کیا جائیگا، ہاں اگر کوئی دلیل قائم ہو جائے جو اس کی حلت ختم ہونے کو یقینی بنا دے تو پھر اس کی حلت حرمت میں تبدیل ہو جائیگی

ششم: عرف

لوگ زندگی کے امور اور معاملات میں جس قول، فعل یا ترک فعل کے عادی ہو گئے ہوں ان کو عرف وعادت کہتے ہیں، عرف کا بدلے ہوئے حالات کے پس منظر میں احکام کی تبدیلی سے گہرا تعلق ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے: "عرف وعادت اور فقہ اسلامی"۔

ہفتم: ذریعہ

ذریعہ کے معنی وسیلہ کے ہیں؛ لہٰذا اگر کوئی امر کسی واجب یا مستحب کا ذریعہ ہو تو وہ ذریعہ مطلوب ہوگا اور اس کو فتح ذریعہ کہتے ہیں اور حرام و مکروہ کا ذریعہ ہو تو وہ مذموم ہوگا، اس کو سدِ ذریعہ کہتے ہیں، پھر جو جس درجہ کا ذریعہ ہوگا اس نسبت سے اس کا حکم ہوگا، تفصیل کے لیے دیکھئے "سد ذرائع اور فقہ اسلامی"۔

☆........................☆........................☆..................☆

فقه پر اعتماد نہ کرنے کا نقصان

اگر فقہ پر اعتماد نہ کر کے کوئی شخص اپنے ہر عمل کا تعلق بلا واسطہ قرآن یا حدیث سے کرے تو یہ اجماع کے خلاف ہوگا (عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید :13) اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کے سامنے مکمل قرآنی علم یا مکمل احادیث کا مجموعہ ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سارے علوم وغیرہ کا ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ بعض جگہ قرآنی آیات مجمل ہیں تو بعض جگہ قرآنی آیات اور احادیث میں ابہام بھی ہے اور کچھ احادیث ایک ہی عمل کے مختلف طریق اور مختلف حکم پیش کرتی ہے اور الفاظ قرآن یا حدیث ایک معنی پیش کرتے ہیں اور مرادی معنی اور ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سحری کے وقت کے سلسلہ میں فرمایا:

وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔(البقرہ:187)

اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہو جائے۔(ترجمہ تھانوی)

بظاہر اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس وقت تک کھا پی سکتے ہیں جب تک کہ صبح کی روشنی سے سفید اور کالے دھاگے میں امتیاز ہو جائے جیسا کہ بعض صحابہ نے ایسا ہی سمجھا تھا؛ لیکن حقیقی معنی یہ نہیں ہیں؛ بلکہ خیط ابیض سے مراد صبح صادق اور خیط اسود سے مراد صبح کاذب ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے پانی سے دوسرے کے کھیت کو سیراب کرے۔

(مسند احمد، حدیث نمبر:17031)

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب باغ میں پانی زیادہ ہو جائے تو اسے دوسرے کے باغ میں نہ چھوڑا جائے جیسا کہ بعض حدیث پڑھنے والے یہی معنی سمجھ کر کئی دن اسی پر عمل کرتے رہے؛ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ لونڈیوں سے صحبت نہ کی جائے؛ اس طرح بلا واسطہ قرآن وحدیث کے سمجھنے

میں غلطی ہونے کا قوی امکان ہوسکتا ہے؛اس کے علاوہ بہت سارے نئے مسائل (خواہ وہ مسائل عبادات کے ہوں* یہ معا5ت کے ہوں* یہ معاشرت کے ہوں وہ) قرآن وحدیث$ سے بلاواسطہ (ڈا ٹ) نہیں سمجھ سکتا؛ بہرحال ہرKا ن اپنے کم علمی کے ذریعہ زندگی کے ہر عمل کو شریعت کے مطابق نہیں بنا سکتا؛اس لیے علوم شرعیہ کے ماہرین سے رجوع کرنا ضروری ہوگا؛اس کے بغیر وہ اپنی زندگی کو شریعت کے منشا کے مطابق نہیں بنا پائیگا اور بہت سار%ابیاں وجود میں آتی ہیں۔



تقلید

تقلید کا لغوی معنی

تقلید کا معنی لغت میں پیروی ہے اور لغت کے اعتبار سے تقلید، اتباع، اطا ؛ اور اقتداء & ہم معنی ہیں۔[مختار الصحاح:758، موسوعۃ فقہیہ:1 / 264-265، فیروز الغات:ا-ت]

تقلید کے لفظ کا مادہ "قلادہ" ہے۔. # Ki ن کے گلے میں ڈالا جائے تو "ہار" کہلا* ہے اور. # جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو "پٹہ" کہلا* ہے۔

تقلید کا مادہ "قلادہ" ہے* ب تفعیل سے "قَلَّدَ يُقَلِّدُ تَقلِيداً" کے معنی ہار پہننے کے ہیں؛ چنانچہ خود حدیث $ میں بھی "قلادہ" کا لفظ "ہار" کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

حضرت عائشه رضى الله عنها سے مروى هے: "استعارت من اسماء قلادة۔(بخارى)

,ت جمہ: انہوں نے حضرت اسماء سے ہار عاریۃً لیا تھا۔

تقلید کا اصطلاحی معنی

☆اصولین کے نز دیک تقلید کے اصطلاحی معنی:

دلیل کا مطالبہ کئے بغیر کسی امام مجتہد کی* ت مان e اور اس پر عمل کرنے کے ہیں،

قاضی محمد علی لکھتے ہیں:

"التقليد اتباع الانسان غيره فيما يقول او يفعل معتقدا للحقيقة من غير نظر الى الدليل"۔(كشف اصطلاحات الفنون:١١٧٨)

,ت جمہ: تقلید کے معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کی قول و فعل میں دلیل طلب کیئے بغیر اس کو حق سمجھتے ہوئے اتباع کرے۔

اجتہاد اور تقلید کا دائرہ

احکام کی دو قسمیں ہیں:

ا۔مسائل اصولیہ ۲۔مسائل فرعیہ

پھر مسائل فرعیہ کی دو قسمیں ہیں:

ا۔منصوص ۲۔غیر منصوص

پھر منصوص کی دو قسمیں ہیں:

ا۔متعارض ۲۔غیر متعارض

پھر غیر متعارض کی دو قسمیں ہیں:

ا۔محتمل ۲۔غیر محتمل (محکم)

1۔پس جو مسائل مسائل اصولیہ ہیں ان میں نہ تقلید ہے اور نہ ہی اجتہاد۔اسی طرح جو مسائل منصوص، غیر متعارض، غیر محتمل ہیں ان میں نہ تو اجتہاد ہے اور نہ ہی تقلید۔

2۔مسائل غیر منصوص: مجتہد غیر منصوص مسائل کا حکم قواعد شرعیہ کے مطابق منصوص پر قیاس کر کے ظاہر کرتا ہے اور مقلد اسی حکم پر جو مجتہد نے کتاب و سنت سے استنباط کیا ہے عمل کرتا ہے، جیسے شوربے میں چیونٹی، دودھ میں بھڑ، شربت میں مچھر آ جائے تو کیا کیا جائے؟ کیونکہ ان کا حکم صراحتاً کتاب و سنت میں نہیں، مجتہد نے ان & کو مکھی پر قیاس کر لیا۔

3۔مسائل منصوصہ متعارضہ: مجتہد رفع تعارض کر کے راجح نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی مجتہد کی رہنمائی میں راجح نص پر عمل کرتا ہے۔

4۔مسائل منصوصہ محتملہ: مجتہد رفع احتمال کر کے نص پر عمل کرنے کی راہ متعین کرتا ہے اور مقلد اس کی رہنمائی میں اس نص پر عمل کرتا ہے۔

یہ ہے اجتہاد اور تقلید کا دا ٔ ہ، اب جو شخص ان مسائل (غیر منصوص کا حکم، رفع تعارض، رفع احتمال) میں استنباط اور اجتہاد کر سکتا ہے وہ مجتہد کہلا* ہے اور جو یہ اہلیت نہیں ر r وہ ان مسائل میں مجتہدین کی رہنمائی میں کتاب و نۃ پ عمل کرے وہ مقلد کہلا* ہے۔

جا ٔ* ٔ جا ٔ اتباع وتقلید

جس طرح لغت کے اعتبار سے کتیا کے دودھ کو بھی دودھ ہی کہا جا* ہے اور بھینس کے دودھ کو بھی دودھ کہتے ہیں۔1 حکم میں حرام اور حلال کا فرق ہے اسی طرح تقلید کی بھی دو قسمیں ہیں۔ا ٔ حق کی مخالفت کے لئے کسی کی تقلید کرے تو یہ مذموم ہے جیسا کہ کفار و مشرکین، : ااور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے لئے اپنے گمراہ وڈ یوں کی تقلید کرتے تھے۔ا ٔ حق پ عمل کرنے کے لئے تقلید کرے کہ میں مسائل کا. اہ را & استنباط نہیں کر سکتا اور مجتہد کتاب و نۃ کو ہم سے ز* یدہ سمجھتا ہے۔اسلیے اس سے: اور سول کی* ت سمجھ کر عمل کرے تو یہ تقلید جا ٔ اور وا. # ہے۔

علامہ خطیب بغدادی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احکام کی دو قسمیں ہیں: عقلی اور شرعی

ا......☆ عقلی احکام میں تقلید جا ٔ نہیں، جیسے صانع عالم (جہاں کا بنانے-والا) اور اس کی صفات (خوبیوں) کی معرفت (پہچان)، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے ہونے کی معرفت وغیرہ. عبید اللہ بن حسن عنبری سے منقول ہے کہ وہ اصول_ دین میں بھی تقلید کو جا ٔ کہتے ہیں، لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "تمہارے رب کی طرف سے جو وحی آئی اسی پ عمل کرو، اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو، کس قدر کم تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو"(3/7).

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ". # ان سے کہا جا* ہے کہ اللہ کی* ری ہوئی کتاب کی اتباع کرو تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں، ہم اس چیز کی اتباع کر 8 جس پ ہم نے اپنے* پ دادہ کو* ، چاہے ان کے

*. پ دادا بےعقل اور بے ہدا$ ہوں"(2/170)

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ " ٹھہرالیا اپنے عالموں اور درویشوں کو: ا(یعنی اللہ کے واضح احکام_ حلال وحرام کے خلاف ان کو حاکم -حکم دینے والا), اللہ کو چھوڑ کر"...(9/31)

۲......☆ دوسری قسم:احکام_ شرعیہ،اوران کی دو قسمیں ہیں:

(الف) دین کے وہ احکام جو وضا # وصرا # سے معلوم ہوں، جیسےú ز، روزہ، حج، زکوۃ اسی طرح ژ٭ وشراب کا حرام ہو٭ وغیرہ تو ان میں تقلید جا٭ نہیں ہے کیوè ان کے جاننے میں سارے لوگ.. ا. ہیں،اس لئے ان میں تقلید کا کوئی معنی نہیں.

(ب) دین کے وہ احکام جن کوÃ واستدلال کے بغیر نہیں جا٭ جا سکتا، جیسے: عبادات، معا5ت، نکاح وغیرہ کے "فروعی" مسائل،تو ان میں تقلید کرنی ہے.

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اللّہ تعالیٰ کےقول "پس تم سوال کرو اہل_ علم (علماء) سے،اگ تم نہیں علم ر p "(سورہO ی7ء)۔

اور وہ لوگ جن کو تقلید کرنی ہے (یہ) وہ حضرات ہیں جن کو احکام_ شرعیہ کے استنباط کے طر j معلوم نہیں ہیں،تو اس کے لئے " کسی" عالم کی تقلید اور اس کے قول پہ عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"پس تم سوال کرو اہل_ علم (علماء) سے،اگ تم نہیں علم ر p "(سورہO ی7ء)

دوسری جگہ ارشاد ہے: حالاè اگ یہ لوگ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اپنے میں سے ایسی *. توں کی تہہ ت- پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر e جو نتیجہ ا: ٭ کرتے ہیں، اور اگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پہ نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم & شیطان کے پیروکار بن جاتے۔(سورۃK ء83)

حضرت ابن_ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ا ی- آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں زخمی ہوH، پھر انھیں غسل کی حا. # ہوگئی، "لوگوں" نے انھیں غسل کا حکم دے ٭ی جس کی وجہ سے ان کی

موت ہوگئی. اس کی اطلاع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فر*ٹا ی: اللہ ان کو قتل (.* د) کرے کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کر*ٰ ی.*: واقفیت کا علاج (اہل_ علم سے) در* یفت کر* نہ تھا؟...الخ (سنن ابی داود)

دوسری اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ اہل_ اجتہاد میں سے نہیں ہے تو اس پر تقلید ہی فرض ہے. جیسے* ،

جس کے* پ س ذریعہ_ علم نہیں ہے تو قبلے کے سلسلے میں اس کو کسی دیکھنے والے () کی* ت ما$ ہوگی.

مومن* پ دادا کی اتباع:

اور جو لوگ ایمان لائے اوران کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی۔ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) -- پہنچادیں گے...(سورہ طور 21)

تقلید کی قسمیں

تقلید کی دو قسمیں ہیں: (۱) تقلیدِ مطلق (۲) تقلیدِ شخصی۔

تقلید مطلق

تقلید مطلق سے مراد یہ ہے کہ مسائل و احکام کی تحقیق میں Kا ن کسی ا ی- فقیہ کا* پ بند ہو کر نہ رہ جائے؛ بلکہ مختلف مسائل میں مختلف اصحاب علم سے فا+ ہ اٹھائے، یہ تقلید ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے، خود قرآن اس تقلید کا حکم دیتا ہے، ارشادِ ا+ ی ہے:

, ت جمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطا (کرو اور تم میں جو صا # امر ہیں ان کی اطا (کرو۔(النساء:59)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ اور اس کے رسول کے بعد اولی الامر" کی اتباع کا حکم فر*ٹا یH ہے۔اولی الامر" سے کون لوگ مراد ہیں؛ ا/ چہ اس میں علماء کی را N مختلف ہیں؛ لیکن اکثر مفسرین اس سے فقہاء اور علماء مراد e ہیں، حاکم نے حضرت عبداللہ ابن جا. کا قول Ü کیا ہے:

اولی الامر قال الفه والخير (مستدرك:123/1)

,“ جمہ: اولی الامر" سے مراد اصحابِ فقہ وخیر ہیں۔

,“ جمان القرآن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی یہی تفسیرÜ کی گئی ہے:

اولی الامر یعنی اهل الفقه والدین"۔ (مستدرك:123/1)

,“ جمہ: اولی الامر" سے اصحاب فقہ اوراہلِ دین مراد ہیں۔

پھراگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹا دو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام (النساء59)

مفسر امام ابوبکر جصاص رح نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ:

"اولوالامر" کی اطاعت کا حکم دینے کے فوراً بعد اللہ کا یہ فرمانا کہ "پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹا دو اللہ اور رسول کی طرف" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اولوالامر سے مراد "علماء وفقہاء" ہیں، کیونکہ اللہ نے لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا (یعنی جس بات پر ان کا اتفاق واجماع جو وہ بھی قرآن وسنّت کی بعد قطعی دلیل وحکم ہے)، "پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں" فرما کر اولوالامر (علماء) کو حکم دیا کہ جس معاملہ میں ان کے درمیاں اختلاف ہوا سے اللہ کی کتاب اور نبی کی سنّت کی طرف لوٹا دو، یہ حکم "علماء وفقہاء" ہی کو ہوسکتا ہے، کیونکہ عوام الناس اور غیر عالم کا یہ مقام نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتے کہ کتاب اللہ وسنّت کی طرف کسی معاملہ کو لوٹانے کا کیا طریقہ ہے اور نہ انہیں نئے مسائل (کا حل قرآن وسنّت سے اجتہاد کرتے) مستنبط کرنے کے دلائل کے طریقوں کا علم ہوتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ خطاب علماء وفقہاء کو ہے.
[احکام القرآن: 2/257]

پس تم سوال کرو اہل علم (علماء) سے، اگر تم نہیں علم رکھتے.

اس آیت میں یہ اصولی ہدایت دی گئی ہے کہ جو لوگ کسی علم وفن کے ماہر نہ ہوں، انہیں چاہیے کہ اس علم وفن کے ماہرین سے پوچھ پوچھ کر عمل کرلیا کریں، یہی چیز تقلید کہلاتی ہے چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی (الحنفی) رحمہ اللہ اس طرح فرماتے ہیں: اور اس آیت میں اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا علم اسے خود نہ ہو اس میں علماء سے رجوع کرنا واجب ہے. اور علامہ جلال الدین السیوطی (الشافعی) رحمہ اللہ

''اقلیل''، میں لکھتے ہیں کہ اس آ$ میں اس* ۔ت ,پ استدلال کیاH ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جا,ٔ ہے۔(تفسیر روح المعانی:14/148، سورہ النحل آ$ 43)

حضرت جا. (رضی اللہ عنہ) سے روا$ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فر*ا کہ عالم (دی* ۔ت جاننے والے) کے لئے منا & نہیں ہے کہ وہ جا... ہوئے خاموش رہے اور جاہل (نہ جاننے والے) کے لئے منا & نہیں ہے کہ اپنی جہا } ,پ خاموش رہے. اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:... پس تم سوال کرو اہل_ علم (علماء) سے، اگر تم نہیں علم ر p. (النحل:43 بحوالہ تفسیر_ در_ منثور)

- بعین میں، جیسے » ء، حسن بصری وغیرہ سے بھی اولی الامر" کے معنی اہلِ علم اور اصحاب فقہ کے منقول ہیں، آیت مذکورہ کے علاوہ قرآن ,پ ک کی بعض اور* یت (النساء، التوبہ) میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے، حدیثیں تو اس ,پ کثرت سے شاہد ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا طرزِ عمل بھی تقلید مطلق کی*- G میں ہے۔

تقلیدِ شخصی

تقلید کی دوسری قسم تقلید شخصی ہے، یعنی کسی*۔ واقف عامی (غیر عالم شخص) کا کسی متعین شخص کے علم و کمال ,پ بھروسہ کر کے اسی کے بتائے ہوئے طر i کار ,پ عمل کرنے کو تقلید شخصی کہتے ہیں.

مشہور حد$ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت معاذ ابنِ جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا*- کہ وہ لوگوں کو دین کے مسائل بتا N اور فیصلہ کریں:

"عن معاذ أن رسول الله صلى الله عليه و سلم بعث معاذا الى اليمنِ فقال كيف تقضى فـقـال أقضى بما فى كتاب الله، قال فان لم يكن فى كتاب الله، قال فَبِسُنة رسول الله صلى الله عـليـه و سـلـم، قـال فـإن لـم يـكـن فـى سنة رسول الله صلى الله عليه و سلم قال أجْتَهِدُ رَأْيِىُ ۔

(ترمذی، 1249) سنن ابوداؤد: جلد سوم: فیصلوں کا بیان: قضاء میں اپنی رائے سے اجتہاد کرنے کا بیان)۔

,ت جمہ:. # حضور اکرم نے حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا فر*ا تم کس طرح فیصلہ

کروگے. # تمہارے* پ س کوئی مقدمہ پیش ہوجائے انہوں نے فر*ا ی کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا آپ نے فر*ا ی ا/ تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ* پ ؤ تو فر*ا ی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹ کے مطابق فیصلہ کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فر*ا ی کہ ا/ ٹ رسول میں بھی نہ* پ ؤ تو اور کتاب اللہ میں بھی نہ* پ ؤ تو انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کو* ہی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ کو تھپتھپا ی اور فر*ا ی کہ اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے رسول (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

پس گو* ی اہلِ یمن کو حضرتِ معاذ کی شخصی تقلید کا حکم *H ی.

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟

درج* لہ حد$ اس* ت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ا/ مجتہد کوئی مسئلہ کتاب و ٹ میں نہ* پ ئے تو اجتہاد کرسکتا ہے اور لوگوں کے لیے اس کی اتباع وتقلید ضروری ہوگی.

مثال کے طور پ چند + مسائل_ اجتہادیہ؛ جن کا واضح حکم نہ قرآن میں ہے نہ حد$ میں:

ٹیلیفون کے ذریعے نکاح

انتقال_ خون (خون کا کسی مریض کو منتقل کر*)

ا | ءکی پیو+ -کاری

حا) _ روزہ میں انجیکشن کا مسئلہ

لاؤڈ-اسپیکر پ اذان کا مسئلہ

ڈ ٹ تصو ی کا مسئلہ وغیرہ

کن کی تقلید کی جائے؟

ظاہر ہے مسائل اجتہادیہ میں مجتہد کی ہی تقلید کی جائے گی اور مجتہدین کا اصول ہے:

القیاس مظہر لا مثبت، یعنی قیاس مسائل کو ظاہر کر* ہے* $ نہیں۔(شرح عقا+ نسفی)

یعنی ہم کوئی مسئلہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں بتاتے بلکہ ہر مسئلہ کتاب و نـ Ł واجماع سے ہی ظاہر کر کے بیان کرتے ہیں

کون تقلید کرے؟

مسائل اجتہادیہ میں کتاب و نـ Ł پر عمل کرنے کے دو ہی طر j ہیں:

جو شخص خود مجتہد ہوگا وہ خود قواعد اجتہادیہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب و نـ Ł پر عمل کرے گا۔

اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب و نـ Ł سے مسئلہ استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رr ، اس لیے کتاب و نـ Ł کے ماہر سے پوچھ لوں کہ میں کتاب و نـ Ł کا کیا حکم ہے۔اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مقلد ان مسائل کو ان کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کر* بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مراد: ا اور مراد رسول سے آگاہ کیا ہے۔

تقلیدِ شخصی حیات t ی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں

,- جمہ: اسود بنیز+ سے روا$ ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے* پ س معاذ (بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یمن میں معلم اور امیر ہو کر آئے تو ہم نے ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو فوت ہH اور ا- بیٹی اور ا- بہن چھوڑ کرH تو انہوں نے بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف دلا* ۔

فاH ہ: اس حد$ سے تقلید شخصی* .$ ہوتی ہے اور وہ بھی حیات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں۔ کیوè . # رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم_ احکام اور فیصلوں کے لئے قاضی مقرر کرتے حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کو یمن بھیجا تو اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلے میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید_ شخصی ہے، جیسا ابھی اوپر بیان ہوا۔

تقلید شخصی بعد حیات t ی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(1) صحیح مسلم: 4405(2388)

,- جمہ: حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے* پ سے روا$ کرتے ہیں کہ ا-

عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا تو آپ نے اس عورت کو د٭ ٭رہ آنے کے لئے فر٭ا٭ ٭ا،اس عورت نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا خیال ہے کہ ا٭ میں پھر آؤں اور آپ کو (موجود) نہ ٭ ٭ ٭ؤں؟ (یعنی آپ اس د٭ ٭ سے رخصت ہو چکے ہوں تو؟) آپ نے فر٭ا٭ ٭ا٭ تو مجھے نہ ٭ ٭ ٭ئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ٭ ٭س آ ٭ا٭ ٭ (اس حد٭ ٭ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل اور تقلید_ شخصی٭ ٭ ٭ ٭ اور واضح ہے, اس عورت کو آپ صلے الل? علیہ وسلم سے مسئلہ ہی تو پوچھنا تھا.[جن احاد٭ ٭ میں سوال کا لفظ واضح لکھا ہے:

فا٭ ٭ہ: "من بعدی" سے ان کی تقلید شخصی٭ ٭ ٭ ٭ اور واضح ہے، پس ا٭ ٭ معین شخص کی اتباع کا حکم فر٭ا٭ ٭ا اور یہ کہیں نہیں فر٭ا٭ ٭ا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی د٭ ٭ ٭فت کر لیا کر٭ ٭ اور نہ یہ عادت مستمرہ (جاریہ) تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلے میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے۔ کیو٭ ٭ حقیقت تقلید شخصی یہ ہے کہ ا٭ ٭ شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ا٭ ٭ ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے۔

(2) صحیح بخاری:6269)

٭ ٭جمہ: حضرت ہذیل بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے روا٭ ٭ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ا٭ ٭ مسئلہ پوچھا٭ ٭ا پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا٭ ٭ا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی گئی تو انہوں نے اور طرح سے فتویٰ د٭ ٭ا، پھر ان کے فتویٰ کی خبر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انہوں نے فر٭ا٭ ٭ا کہ. ٭ ٭ یہ عالم متبحر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روا٭ ٭ کیا اس کو بخاری، ابوداود اور ٭ ٭مذی نے۔

فا٭ ٭ہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو، ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لئے فر٭ا٭ ٭ا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے کسی ا٭ ٭ عالم سے رجوع کر کے عمل کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تقلید

اس* ۔ت میں ذرہ۔ ا۔ بھی گنجائش نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرف صحبت t ی کے فیض و۔ ۔ سے & کے & عادل، ثقہ، متقی، : ا-۔ & اور* پ کباز تھے، 1فہم_ قرآن، + ۔۔_ حدی$ اور تفقہ فی الدین میں & یکساں نہ تھے، بلکہ اس لحاظ سے ان کے آپس میں مختلف درجات اور متفاوت مرا$ تھے۔

امام الفقیہ حضرت امام مسروق رح (المتوفی 3 2-ہجری) سے مروی ہے کہ میں نے اصحاب_ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کی خوشبو حاصل کی تو میں نے ان کے علم کی انتہا چھ (٦)۔* پ ئی، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ، حضرت معاذ (بن جبل)، حضرت ابو درداء اور حضرت ز+ بن* .$ رضی اللہ عنہم۔

میں نے ان کے علم کی خوشبو* پ ئی تو مجھے ان کے علم کی انتہا حضرت علی اور حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہم، پ ملی۔ [طبقات ابن سعد:2/25+ کرۃ الحفاظ:1/24) اور اس روای$ ۔پ امام حاکم اور امام ذہبی رح خاموش رہے یعنی% ح نہیں فرمائی۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی فقہ دین (قرآن، توبہ 122)۔پ عمل- پیرا تھے اور اپنے دور کے چھے ۔ڑے معتبر اصحاب کی تقلید کرتے تھے۔

کتب احادی$ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، تہذی$ الآ* رطبری، شرح معانی الآ* ر طحاوی، کتاب الآ* ر امام محمّد، کتاب الآ* ر امام ابی یوسف میں صحابہ اور* بعین کے ہزار ہا فتاویٰ درج ہیں جن کے ساتھ دلائل مذکور نہیں، انہوں نے بلا-ذکر_ دلیل یہ فتاویٰ صادر فرماتے، اور & لوگوں نے بلا-مطالبہ_ دلیل ان۔پ عمل کیا، یہ عمل اسلام میں پہلے دن سے آج -- تو۔ا ۔تے* .$ ہے۔

تقلید۔پ اجماع صحابہ

اسی لئے امام غزالی (حنبلی) فرماتے ہیں: " تقلید تو اجماع صحابہ سے بھی* .$ ہے، کیوè وہ عوام کو

فتویٰ دیتے اورعوام کو یہ حکم نہیں دیتے تھے کہ تم (خود عربی دان ہو) اجتہاد کرو، اور یہ* ت ان کے علماء اورعوام کے تو!ت سے مثل_ضرو*یت_دین*. $ ہے"[المستصفی 2/386]

ائمہ اربعہ میں سے کسی ا- کی تقلید پ اجماع

ائمہ اربعہ میں کسی ا- کی تقلید پ امت کا اجماع ہو چکا ہے، اور امت کے اجماع کی دو صورتیں ہیں:

اول یہ کہ امت کے قابل قدر علماء متفق ہوکر یہ کہیں کہ ہم نے اس مسئلہ پ اجماع کرلیا ہے،. # کہ مسئلہ کا تعلق قول سے ہو* یا اُ مسئلہ کا تعلق کسی فعل سے ہے تو وہ اس فعل پ عمل شروع کردیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ امت کے کچھ.ڈے علماء مذکورہ طر i پ اجماع کریں اور دوسرے قابل قدر علماء اس پ سکوت کریں اور اس پ ان کی طرف سے کوئی رد نہ ہو اس کو اجماعِ سکوتی کہتے ہیں۔

اجماع کی یہ دونوں صورتیں معتبر ہیں۔نورالانوار میں ہے:

ركن الاجماع نوعان: عزيمة وهو التكلم منهم بما يوجب الاتفاق أى اتفاق أى الكل على الحكم بان يقولوا أجمعنا على هذا إن كان ذلك الشيء من باب القولأو شروعهم فى الفعل إن كان من بابه۔ ورخصة: وهو أن يتكلم أو يفعل البعض دون البعض وسكت الباقون منهم ولا يردون بعد مضى مدة التأمل وهى ثلاثة أيام ومجلس العلم ويسمى هذا اجماعا سكوتيًا وهو مقبول عندنا:219۔

چنانچہ. # علماء نے دیکھا کہ جو تقلید کا G ہو* ہے وہ شتر بے مہار کی طرح ز+ گی بسر کرتے ہوئے اپنی خواہشات پ عمل کر* ہے، اس لیے علماء نے ائمہ اربعہ میں کسی ا- کی تقلید پ اجماع کیا، اُ چہ ان کا یہ اجماع ا- جگہ متفق ہوکر نہیں ہوا؛ لیکن ان & کے ائمہ اربعہ میں کسی ا- کی تقلید کرنے اور عدم تقلید پ نکیر کرنے کی وجہ سے یہ اجتماع منعقد ہوا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں بہت سے.ڈے.ڈے علماء نے عدم تقلید پ اپنی آراء کا اظہار کیا اور امت کے سامنے عدم تقلید کے مفاسد کو کھل کر بیان کیا۔اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

(ا) علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وعلى هذا ما ذكر بعض المتاخرين منع تقليد غير الاربعة لانضباط مذاهبهم وتقليد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم يدر مثله فى غيرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو صحيح۔

ترجمہ: اوراسی بنیاد پر ائمہ اربعہ ہی کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لیے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہوگئے ہیں اوران مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اوران کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہیں اور تقلید کا ان یہ چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے۔ (التحریر فی اصول الفقہ :552)

(۲) علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

وما خالف الائمة الاربعة فهو مخالف لاجماع

یعنی ائمہ اربعہ کے خلاف فیصلہ اجماع کے خلاف فیصلہ ہے۔ (الاشباہ:۱۳۱)

(۳) محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أما فى زماننا فقال أئمتنا لا يجوز تقليد غير الائمة الاربعة: الشافعى ومالك وابو حنيفة واحمد رضوان الله عليهم اجمعين

یعنی ہمارے زمانے میں مشائخ کا یہی قول ہے کہ ائمہ اربعہ یعنی امام شافعی، مالک، ابوحنیفہ اوراحمد ہی کی تقلید جائز ہے اوران کے علاوہ کسی اور امام کی جائز نہیں (فتح المبین 166)

(۴) امام ابراہیم سرخسی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأما فى ما بعد ذلك فلا يجوز تقليد غير الائمة الاربعة

یعنی دورِاول کے بعد ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔ (الفتوحات الوہبیہ:199)

(۵) مشہور محدث ومفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان اهل السنة والجماعة قد افترق بعد القرن الثلثة او الاربعة على اربعة المذاهب، ولم يبق

فی فروع المسائل سوی هذه المذهب الاربعة فقد انعقد الاجماع المرکب علی بطلان قول من یخالف کلهم۔

یعنی تیسری* یہ چوتھی صدی کے فروعی مسائل میں اہل ٹ والجما (کے مذاہب رہ گئے، کوئی *پ نچواں مذہب* قی نہیں رہا، پس گو* یہ اس امر پہ اجماع ہH یہ کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہے وہ* طل ہے (تفسیر مظہری:2/64)

(۶) شارح مسلم شریف علامہ نووی فرماتے ہیں:

اما الاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة------ الخ

یعنی اجتہاد مطلق کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ پہ ختم ہH یہ حتی کہ ان تمام مقتدر محققین علماء نے ان چار اماموں میں سے ای- ہی امام کی تقلید کو امت پہ وا. # فر* یہ ہے اور امام الحرمین نے اس پہ اجماع Ü کیا ہے۔ (نورالہدایہ:1/10)

(۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

استفتاء اور افتاء (فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے) کا دستور مسلمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے ` آ رہا ہے، اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہو* کہ کوئی شخص کسی معین شخص سے ہمیشہ استفتاء کرے* یہ کبھی ای- سے کرے اور کبھی دوسرے سے کرے، ایسی حا } میں کہ اس کے خیال میں وہ* ت ہے جو ہم نے اوپ ذکر کی ہے (یعنی یہ کہ اصل پیروی جناب پیغمبر: ﷺ V کی ہے)۔ اور اس میں کیا اشکال کی * ت ہے، . # کہ ہم کسی بھی فقیہ پہ اس طرح کا ایمان نہیں ر p کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف علم فقہ کی وحی کی ہے، اور ہم پہ اس کی اطا (فرض کی ہے، اور یہ کہ وہ معصوم ہے، ہم ا/ ان فقہا* یہ ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی ای- کی اقتداء کرتے ہیں تو یہ سمجھ کر کہ وہ کتاب اللہ اور ٹ رسول اللہ ﷺ V کا عالم ہے، اور اس کا قول* یہ تو کتاب و ٹ کے کسی صریح کلام پہ F ہوگا* یہ ان دونوں میں سے مستنبط ہوگا* یہ اس نے قیاس سے سمجھا ہوگا کہ فلاں صورت میں جو حکم شرعی ہے، وہ فلاں علت کے ساتھ معلق ہے، اور اس کا قلب اس پہ مطمئن ہH یہ ہے اور

اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کیا تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میرا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائے وہاں حکم یہ ہوگا۔اور یہ مسئلہ جس کو مجتہد نے قیاس کیا ہے وہ اسی عموم کے تحت میں آتا ہے تو درحقیقت اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہوئی، لیکن بہرحال اس کے طریق میں کچھ ظنی چیزیں ہیں، اور اگر ایسا نہ ہوتا (اور بات بالکل صراحۃً اور نصاً ثابت ہوتی) تو کوئی صاحب ایمان کبھی کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا، اب اگر ہم کو رسول معصوم کی جن کی اطاعت ہم پر اللہ نے فرض کی ہے، کوئی حدیث صحیح سند سے ایسی پہنچ جائے جو اس کے مذہب کے خلاف دلالت کرتی ہے اور ہم اس حدیث کو چھوڑ دیں اور اس فقہ کے قیاس کی پیروی کریں جو ظنی ہے اور اس پر اصرار کریں تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہوگا اور کل روز قیامت ہم اس کو کیا جواب دیں گے۔(حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول 125)

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

وھـذه الـمـذاھـب الاربـعة الـمدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد بها منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا

یعنی یہ مذاہب اربعہ جو مدون ومرتب ہوگئے ہیں، پوری امت نے یا امت کے معتمد حضرات نے ان مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کرلیا ہے۔(اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے۔(حجۃ اللہ البالغہ:1/361)

محدث الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

"وبعد المائتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لايعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هوالواجب فى ذالك الزمان"۔ (انصاف:59)

ترجمہ:اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہدین کا مذہب اختیار کرنا شروع ہوا اور ایسے لوگ بہت کم تھے جو متعین مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہ واجب تھا۔

اور یہ تقلید شخصی بھی اب ائمہ اربعہ کی تقلید میں منحصر ہے، حضرت شاہ ولی اللہ نے ائمہ اربعہ کی اتباع

کوسوادِاعظم کی اتباع قرارڈ یہے:

"ولما# ر & المذاہب الحقۃ۔۔۔۔۔الخ۔ (عقدالجید:38)

,ت جمہ:. # صرف چارمذاہب کے علاوہ دوسرے تمام مذاہب مٹ گئے توان مذاہب اربعہ کی اتباع کرٓ: سوادِاعظم کی اتباع ہےاوران مذاہب سےنکل جا: سوادِاعظم سےنکل جا: ہے۔

حضرت شاہ صا # ''عقدالجید صفحہ 38''پ فرماتے ہیں:

* یدرکھوکہ ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں,ڈی مصلحت ہےاوران چاروں کو. لکلÃ# از کردینے میں,ڈامفسدہ ہے،اس کے کئی وجوہ واسباب ہیں،ای- یہ کہ امت کااس,پ اتفاق رہاہے کہ شریعت کے معلوم کرنے کے* .رے میں وہ سلف متقدمین,پ اعتماد کرے*- بعین نے اس* .رے میں صحابہ,پ اعتماد کیا اورتبع- بعین نے- بعین,پ وعلی ہذاالقیاس ہردور کے علماء نے اپنے پیشروؤں,پ اعتماد کیا،عقل سے بھی اس کا مستحسن ہو**. $ ہو- ہے،

(۸)امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

چوè بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جا... اس لئے لوگوں نے اس* .رے میں ان لوگوں کی طرف رجوع کیا جوان کوان کی تعلیم دیں،اس لئے کہ وہ رسول کی تعلیم سےز یدہ واقف ہیں، اوراس کی منشاء ومراد سےز یدہ* .خبر ہیں،پس ائمہ مسلمین کی جن کی مسلمانوں نے پیروی کی ہے حیثیت وہی ہے جووسائل اورراستوں کی،اوران رہنماؤں کی ہے جولوگوں کورسول- پہنچاتے ہیں اوراس کے کلام کی تبلیغ کرتے ہیں اوراپنے اپنے اجتہادواستطا (کے مطابق آپ ﷺV کی مرادسمجھاتے ہیں۔(فتاویٰ شیخ الاسلام جلد2 صفحہ 201)

☆..................☆..................☆..................☆

ماخذ

درس‾ مذی	(مفتی تقی عثمانی مدظلہ)	مکتبہ دارالعلوم کراچی
الکلام المفید	(مولا*· سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ)	مکتبہ صفدریہ گ%0انوالہ
محاضرات فقہ	(ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ)	الفیصل
+‾ وین فقہ اور چند فقہی مبا #	(مولا*· ابوالحسن علی+ وی رحمہ اللہ)	لکھنو
فقاہت ابوحنیفہ	مولا*· : ابخش*. نی	طیب پبلیشر لاہور
فقہ ولی اللہی	مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی	مجلس نشر* ت اسلام*· ظم*. دکراچی
فن اصول فقہ کی*· ریخ	ڈاکٹر فاروق حسن صا #	دارالاشا (
اجتہاد اور مذہب حنفی کی حقیقت	مفتی علی الرحمٰن فاروقی	ادارۃ العلم والارشاد کراچی
امام اعظم ابوحنیفہ*. نی فقہ	ڈاکٹر محمد اشرف آصف	صراط مستقیم پبلشر لاہور
فقہ میں اجماع کا مقام	مفتی محمد رفیع عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
مبا # فقہیہ	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	فقہ اکیڈمی+*_
سیرت ائمہ اربعہ	قاضی اطہر مبارکپوری	ادارہ اسلامیات لاہور
تعارف فقہ	سید مشتاق علی شاہ	مکتبہ حنفیہ گ%0انوالہ
+‾ وین فقہ واصول فقہ	مولا*· مناظر احسن گیلانی	الصدف پبلشرز کراچی
ویکیپیڈ* یا دا ٔ ۃ المعارف		
دا ٔ ۃ معارف العلوم		